مولانا نجم الدین قدوائی مرحوم

مولانا عبدالسلام قدوائیؒ مرحوم

راہ نما

مدرسہ کے اساتذہ وطلباء کی جانب سے اہل وطن کو ایک ادبی تحفہ

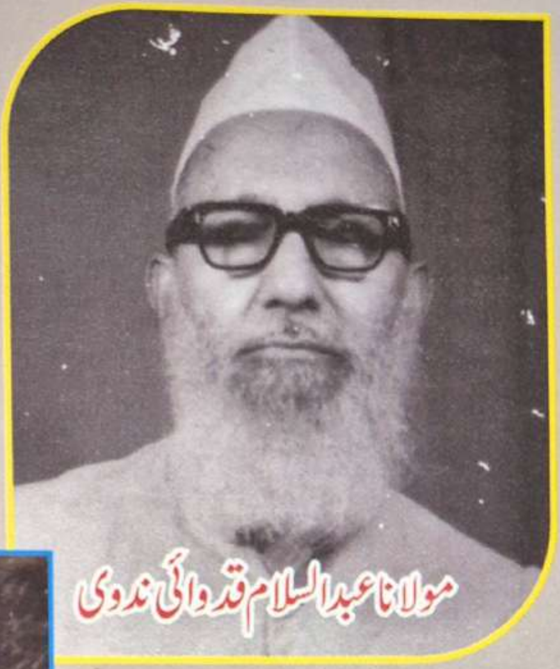

مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی

مولانا عبدالسلام قدوائی ندویؒ پنڈت جواہر لعل نہرو کے ساتھ

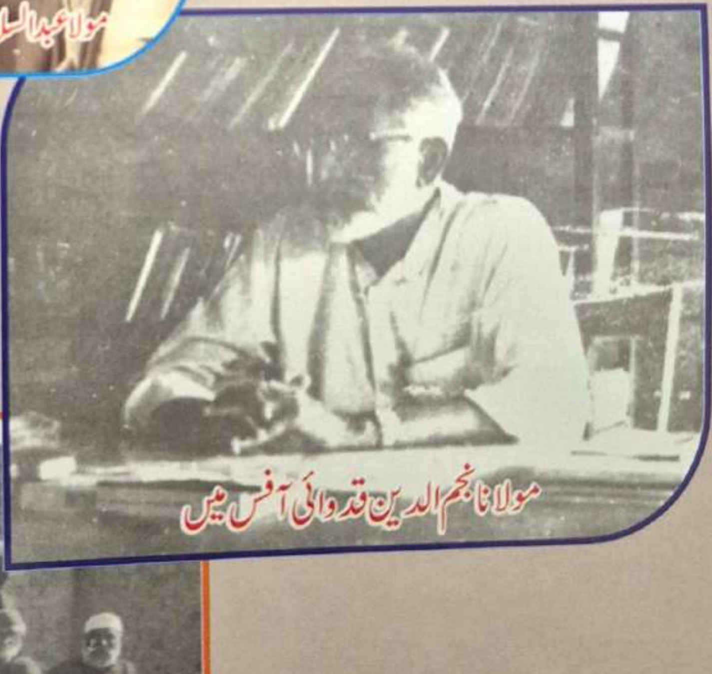

مولانا نجم الدین قدوائی آفس میں

مولانا نجم الدین قدوائی مدرسہ اساتذہ کے ساتھ

جلسہ میں موجود افسران ودیگر افراد

ثقافتی پروگرام کا ایک منظر

جلسے میں موجود طلباء

مولانا صدیق احمد ندوی پرنسپل مدرسہ اساتذہ کے ساتھ

مدرسہ کی پکنک کا ایک منظر

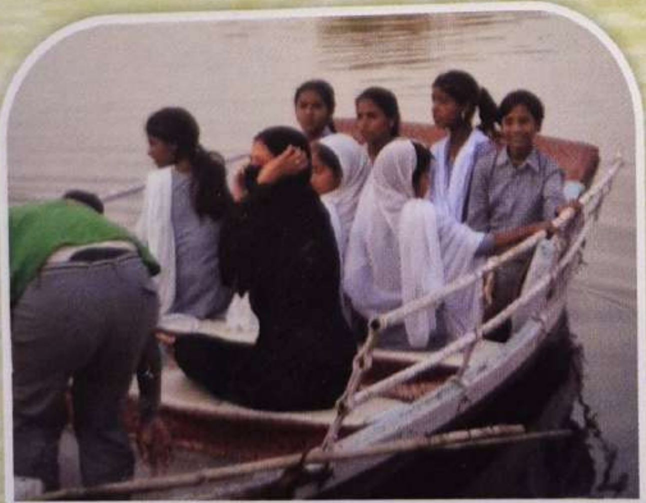

طلباء ناؤ چلاتے ہوئے

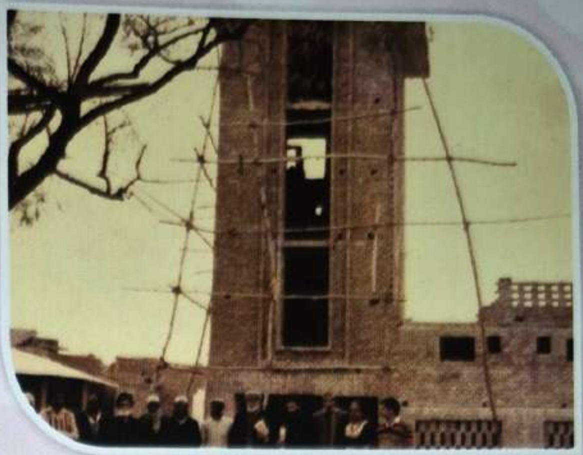

مدرسہ سلام اورینٹل کالج کی تعمیر کا ایک منظر

مدرسہ کا سالانہ جلسہ کا منظر

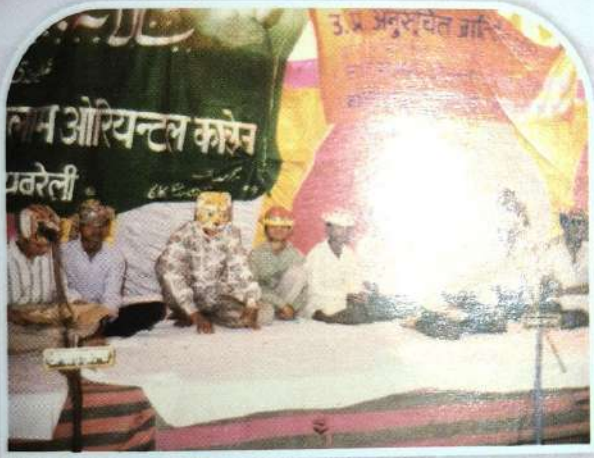

ثقافتی پروگرام کا ایک منظر

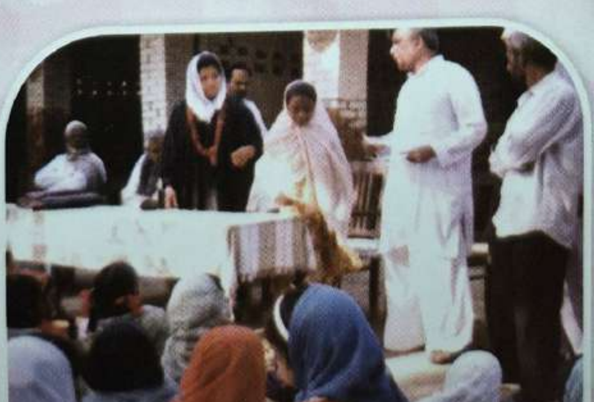

مدرسہ کے منیجر ڈاکٹر محمد مسلم قدوائی بچوں کے انعامات تقسیم کرتے ہوئے

مولانا نجم الدین قدوائی بچوں کے ساتھ شرم دان کرتے ہوئے

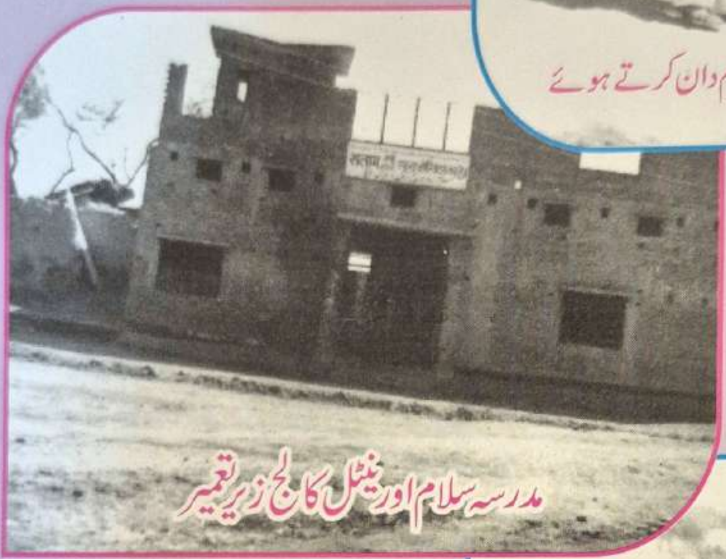

مدرسہ سلام اورینٹل کالج زیر تعمیر

مولانا نجم الدین قدوائی بچوں کو مٹھائی بانٹتے ہوئے

مدرسہ کے جلسہ کا ایک منظر

ترانہ سلام اورینٹل کالج

رونق افزائے جہان فکر و فن میرا سلام
حاملِ رعنائی عہدِ کُہن میرا سلام
آبروئے ہند ہے فخرِ وطن میرا سلام
میرا کاشانہ ہے یہ میرا چمن میرا سلام

کون ہے جس کو نہ ہوگی اِس چمن کی جستجو
اِس کے پھولوں کی مہک پھیلی ہوئی ہے چارسو
ہاں یہی تو ہے یہی ہے میرا شہرِ آرزو
میرا کاشانہ ہے یہ میرا چمن میرا سلام

مختلف رنگوں کا گلدستہ ہے یہ میرا چمن
ہندو مسلم ہوں کہ سکھ سب کی ہے یہ بزم سخن
اس میں شامل ہو نئی تہذیب کا اک بانکپن
میرا کاشانہ ہے یہ میرا چمن میرا سلام

شب کے دامن میں سحر کی اک کرن ہے دیکھئے
علم و فن کی اک نرالی انجمن ہے دیکھئے
اک نئے ماحول میں رنگِ چمن ہے دیکھئے
میرا کاشانہ ہے یہ میرا چمن میرا سلام

پرورش جو اِس چمن میں رہ کے عامر پائے گا
پرچمِ علم و ہنر وہ ہر طرف لہرائے گا
ابرِ رحمت بن کے سارے دہر پر چھا جائے گا
میرا کاشانہ ہے یہ میرا چمن میرا سلام

(عامر قدوائی)

مولانا عبدالسلام قدوائیؒ مرحوم

مولانا نجم الدین قدوائی مرحوم

راہ نما ۲۰۱۳

مدرسہ کے اساتذہ وطلباء کی جانب سے اہل وطن کو ایک ادبی تحفہ

ہم نے ان تند ہواؤں میں جلائے ہیں چراغ
جن ہواؤں نے پلٹ دی ہے بساطیں اکثر

سرپرست
ڈاکٹر بلال احمد
صدر سوسائٹی

مدیر اعلیٰ
ڈاکٹر محمد مسلم قدوائی
منیجر مدرسہ

نائب مدیر
احمد مجیب پرنسپل
احمد فیضی سینئر استاد

فہرست مضامین

نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
1	صدر کی قلم سے	1
2	پیغام	3
3	مدرسہ سلام اورینٹل کالج ایک تعارف	4
4	لائبریری کی اہمیت وضرورت	10
5	زکوۃ کے مصائل	12
6	علم کا شوق	13
7	دو شریفوں کو مقابلہ	15
8	اہل علم کی فضیلت	21
9	اچھا انسان بننے کے طریقے	22
10	داماد کا انتخاب	25
11	یوم آزادی	32
12	آج کی عورت	33
13	کفن کے فقہی احکام	35
14	مولانا نجم الدین اور ہمارا کالج	41
15	ماحول کی آلودگی	44
16	استاد	46
17	ماں	47-48
18	لالچی راجہ	51
19	اعوذ باللہ کے فوائد	54
20	ایمان	57
21	جیسا بویا ویسا کاٹو گے	59
22	ذلیل	61
23	غیبت وچغل خوری	64
24	ہمارے ابا مولوی احتشام	65

क्र0सं0	विवरण	पृष्ठ संख्या
1	सन्देश	(iii)
2	मदरसा सलाम ओरियन्टल कालेज एक परिचय	(iv)
3	होगा वही जो खुदा चाहेगा	(ix)
4	मानवतावादी सोच मनुष्य का सर्वोत्तम गुण है	(xii)
5	हमारे वालिदैन क़ुदरत का अनमोल तोहफ़ा हैं	(xv)
6	एक इबरत के क़ाबिल वाक़िया	(xvii)

بسم الله الرحمن الرحيم

Phone { [illegible]

TGR. : NADWA

Abul Hasan Ali Nadwi

DARULULOOM NADWATULULAMA
LUCKNOW-[illegible] (INDIA)

الحسني الندوي

لكهنؤ – الهند

١٤٠٠/٢/٢٥ هـ
١٩٨٠/١/١٤ م

الى من يهمه الأمر :

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين ، وبعد : فانه يسرني كثيرا أن أقوم بتعريف المؤسسة التعليمية الإسلامية المنسوبة الى صديقنا المرحوم الشيخ عبد السلام القدوائي الندوي فإن هذه المؤسسة معقد آمال المسلمين في المنطقة التي أسست فيها ، فإنها تسير على المنهاج التربوي الذي بدأه صديقنا المرحوم ، وكان منهجا نافعا للتوجيه الاجتماعي والخلقية وللتعليم المفيد ، وكانت عناية واسعة لجميع أبناء المنطقة صرفا للنظر عن انتماءاتهم المختلفة ، ورأيت أن هذا المنهج مفيد في تقريب الطوائف الدينية الأخرى أيضا الى الدين الاسلامي والى فهم عقائده وآدابه .

لقد أنشئت هذه المؤسسة بعد وفاة الشيخ عبد السلام الندوي ولذلك سميت باسمه ، ويديرها أخوه ورفيقه الأستاذ نجم الدين القدوائي الندوي ، وأرجو أنه سوف يؤدي مسئوليته نحو تحقيق أهداف المؤسسة بطرق مجدية فإنه صاحب تجربة تربوية وعلمية واجتماعية حسنة .

وهذه المؤسسة في حاجة الى المعونات المادية ، ويسرني أن أقوم بتوصية لها وأكون شاكرا لمن يتعاون معها في هذا المجال ، وبالله الثقة ...

كتبه الفقير الى الله .

أبو الحسن علي الحسني الندوي

(ابو الحسن على الحسني الندوي)

د/ع

مدرسہ کی عمارت کا اندرونی منظر

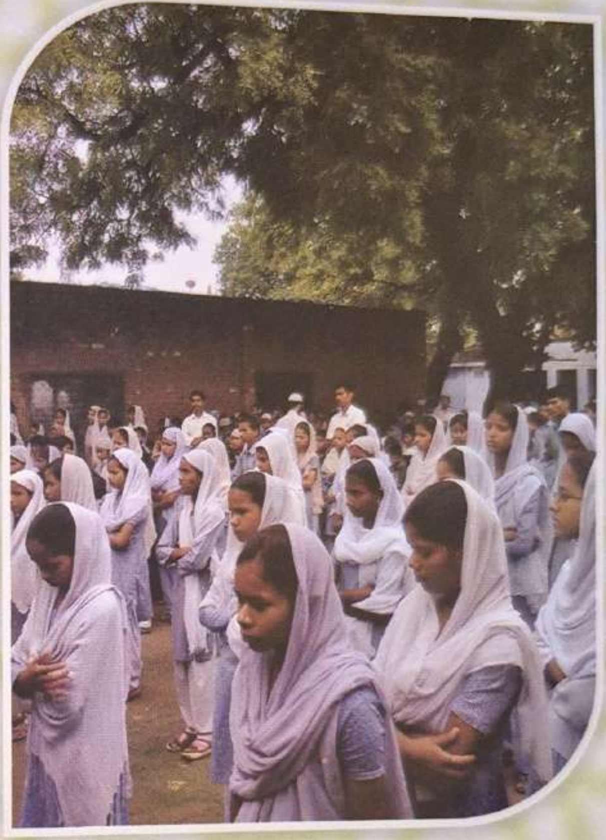

دعا کا منظر

مدرسہ کے جلسہ کا منظر

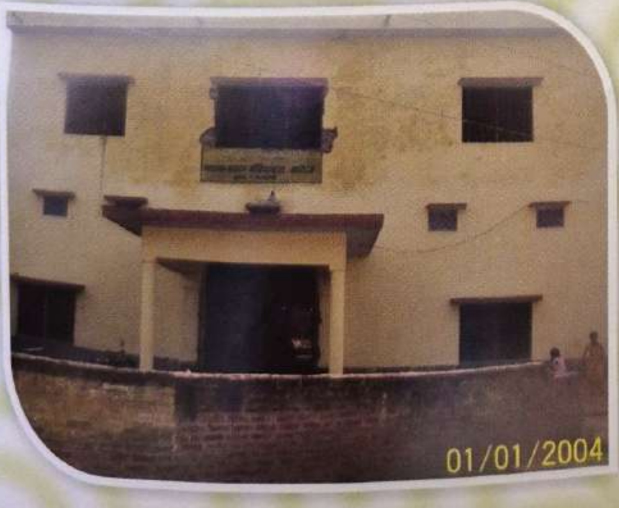

مدرسہ کی عمارت کا باہری تصویر

سالانہ جلسہ مدرسہ سلام اورینٹل کالج تھولینڈی، رائبریلی

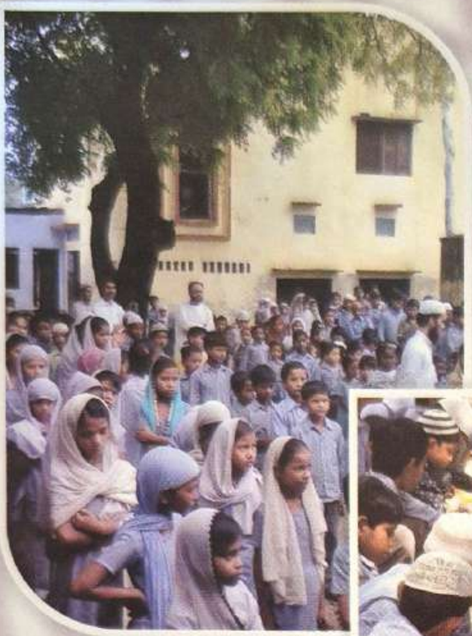
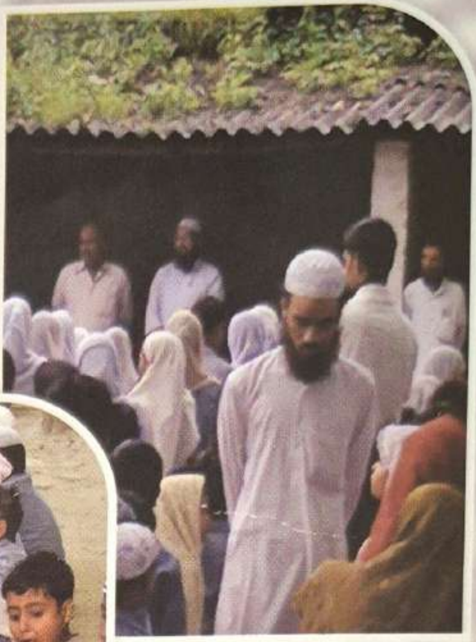

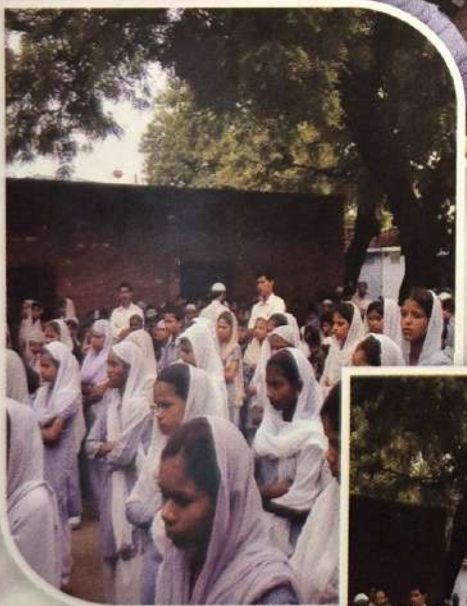
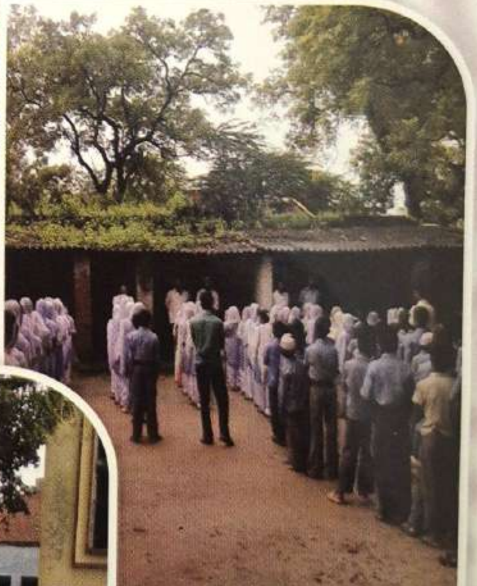
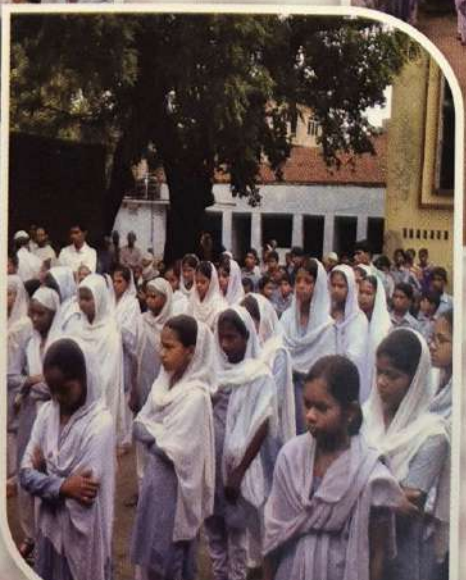

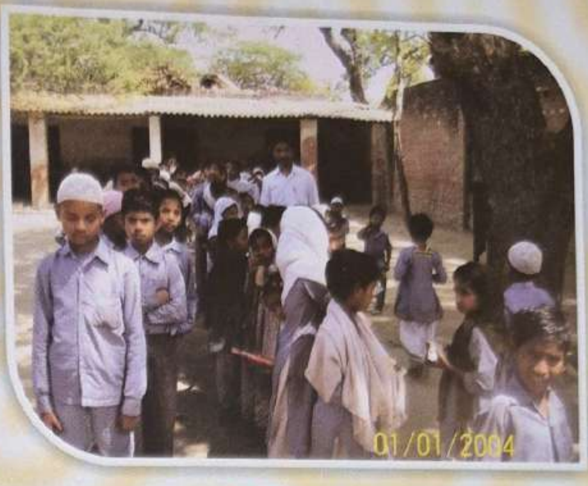

ایم ڈی ایم سے کھانے کی تصویر کا منظر

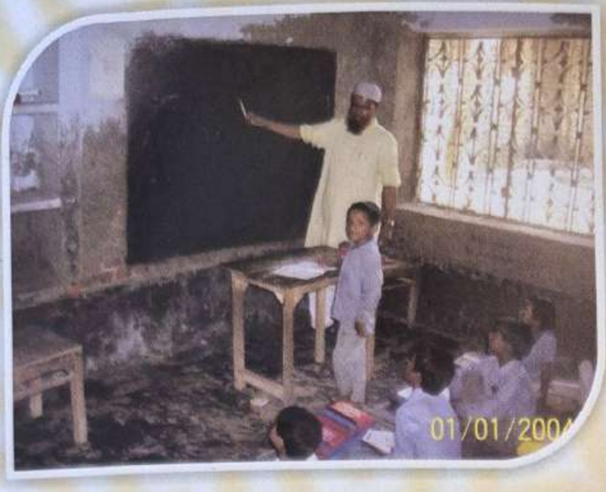

نرسری کے بچوں کو پڑھاتے ہوئے محمد ریحان صاحب

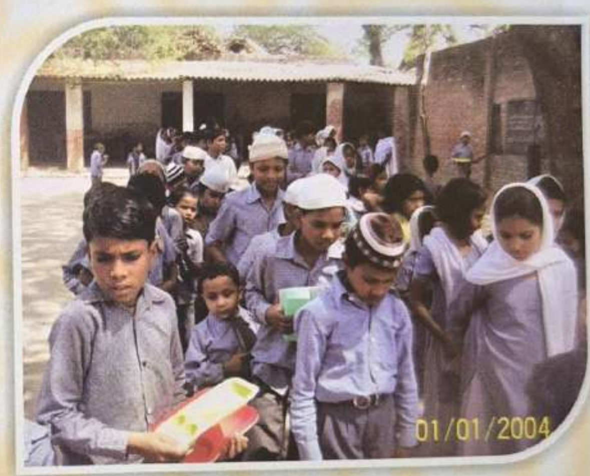

مدرسہ کے بچے ایم ڈی ایم سے کھانا لیتے ہوئے

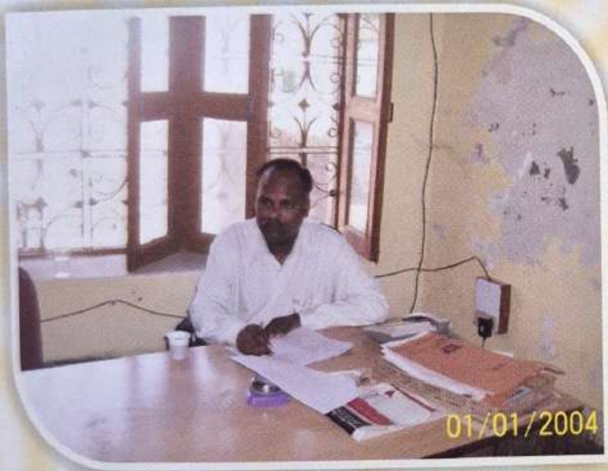

مدرسہ کے پرنسپل احمد صاحب آفس میں

مدرسہ کے سلیم استاد احمدوی کمپیوٹر روم میں

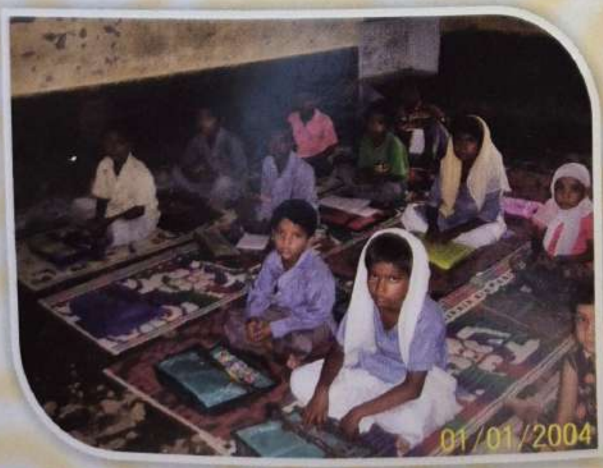

درجہ میں بچے اپنے سبق کی مشق کرتے ہوئے

راہ نما

صدر کے قلم سے

عزیز اساتذہ وطلباء

مجھے یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ اس سال سلام اورینٹل کالج کے طلباء واساتذہ کی کوششوں سے کالج کی ایک میگزین ''راہ نما'' کی اشاعت ہونے جارہی ہے کسی ادارے کی کارکردگی کا اندازہ لگانے کے لئے اس ادارے کی میگزین ایک معقول ذریعہ ہوتی ہے اس کے ذریعہ ادارے کے طلباء جن میں اچھا مصنف، اچھا شاعر بے باک جرنلسٹ وغیرہ بننے کی صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں انہیں اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملے گا، کہ وہ آگے چل کر اپنے خیالات کا اظہار بے باکی سے کرسکیں گے۔اورانکی تخلیقی صلاحیتیں ابھر کر سامنے آئیں گی۔اس میگزین کی اشاعت کے لئے سب سے پہلے میں تمام اساتذہ بچوں اور میگزین کے مدیر اعلیٰ محمد مسلم قدوائی اوران کی پوری ٹیم کو راہ نما کی پہلی اشاعت پر دلی مبارک کباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ میگزین آپ سب کی توقعات سے بلاتر ہو۔

ابتدا میں آپ کا یہ اسکول ایک ننہا سا پودا تھا جسے مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی مرحوم نے ۱۹۵۳ء میں قائم کیا تھا اس وقت یہ مدرسہ اسلامیہ کے نام سے جانا جاتا تھا اس کے ابتدائی کارکنان میں مولوی احتشام عرف ''منن مولوی صاحب'' اور دیگر معاونین میں کلو حافظ جی، پیر علی صاحب اور احمد علی صاحب وغیرہ کے نام بہت اہم ہیں سبھوں نے بڑے خلوص اور جزبے کے ساتھ مدرسہ میں اپنی خدمات انجام دیں۔مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی مرحوم کو اپنے وطن والوں سے بے حد لگاؤ تھا وطن سے دور (بسلسلہء ملازمت) رہنے کے باوجود ہمیشہ مدرسے کی خبر گیری کرتے رہتے تھے۔

۲۴/اگست/۱۹۷۹ء میں مولانا کے انتقال کے بعد حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ تعزیت کے سلسلے میں مولانا کے وطن تھولینڈی تشریف لائے اوراس وقت انہوں نے اپنی اس شدید خواہش کا اظہار کیا کہ مولانا عبدلسلام قدوائیؒ ندوی جن کی پوری زندگی تعلیمی سرگرمیوں میں صرف ہوئی۔ان کی روح کی تسکین کے لئے ان کے اپنے وطن میں ایک ایسے ادارے کا قیام عمل میں آنا چاہئے جس سے یہاں کے لوگوں کو اعلیٰ تعلیم سے سرفراز ہونے کا موقع ملے اور تعلیمی پسماندگی جو معاشی پسماندگی کا سبب ہوتی ہے اسے دور کرنے کا سبب بنے چنانچہ سب کے باہمی مشورے سے یہ بات طے پائی کہ ایک تعلیمی ادارے کا قیام عمل میں آئے جو قصبے کی تعلیمی ضروریات کو پورا کرسکے مولانا نا نجم الدین قدوائی جو مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور حال ہی میں اپنی سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہوکر آئے تھے اور ساری زندگی درس وتدریس ہی سے وابستہ رہے تھے ادارے کی باگ ڈوران کے سپرد کرنے کی پیش کش کی گئی جسے انہوں نے بخوشی قبول کیا اور پورے جوش اور ولولے کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں نبھانا شروع کردیں۔اہل علم اور مولانا کے افراد خاندان کے ساتھ مشوروں کے بعد مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی میموریل سوسائٹی قائم کی جسے ۸۱-۱۹۸۰ء میں رجسٹرڈ بھی کرالیا گیا۔

اس ادارے کے ابتدائی عہدیداروں میں بحیثیت صدر مولانا نورالحسن مرحوم اور عبدالمجیب سہالوی نائب صدر اور خود نجم

الدین قدوائی صاحب جنرل سکریڑی اور سید وسیم اختر صاحب کو نائب سکریڑی بنایا گیا۔ اور اس کے علاوہ کئی افراد کو بحثیت رکن بھی نامزد کیا گیا، اس کے ساتھ ہی معقول معلم اور معلمات کے ذریعہ درس وتدریس کا کام شروع کیا گیا اسی دوران احباب کے مالی تعاون سے ادارے کی عمارت بھی کھڑی ہوگئی۔ جس میں ابتک اضافہ ہی ہو رہا ہے ۳ر مئی ۱۹۹۵ء میں مولانا نجم الدین صاحب کا انتقال ہوگیا ان کے بعد جہاں اس عظیم ہستی کے جانے کا غم ہوا وہاں یہ بھی احساس ہونے لگا کہ اب شاید یہ ادارہ دم توڑ دے، ذمہ داریوں کی وجہ سے لوگوں کے قدم ڈگمگانے لگے اور لوگ یہ قیاس آرائیاں کرنے لگے کہ اب ادارے کی ذمہ داریاں سنبھالنا کسی کے لئے ممکن نہ ہوگا لیکن سب کے مشوروں کے بعد ڈاکٹر مسلم قداوئی کو ادارے کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔ جسے اب تک وہ بہ خوبی نبھا رہے ہیں۔

کس قدر تاریک تھیں راہیں مگر جب چل پڑے

خاک کے ذروں سے پیدا روشنی ہونے لگی

یکم اگست ۱۹۸۴ء کو سوسائٹی کے صدر مولانا نور الحسن بھی ایک مختصر علالت کے بعد جہاں فانی سے کوچ کر گئے ان کے انتقال کے بعد یہ ذمہ داری میرے ناتواں کاندھوں پر آپڑی الحمدللہ جب سے اب تک میں اداروں کے ذمہ داران کے تعاون سے ادارے کی بہتر کارکردگی کے لئے برابر کوشاں رہتا ہوں جنرل سکریٹری محمد مسلم قدوائی کی کوششوں کو نہ سراہنا بھی ناسپاہی ہوگی جن کی کوششوں کی وجہ سے ادارہ لمبے مالی بحران سے نکل آیا اور گورنمینٹ کی گرانٹ ملنے لگی۔ اس طویل اور دشوار گزر عمل سے گزرنے کے بعد ہمارے اساتذہ کو جنہوں نے ایک طویل عرصہ تک صبر کا مظاہرہ کیا تھا اب دیگر عصری اداروں کے اساتذہ کی طرح ایک معقول مشاہرہ ملنے لگا۔ جہاں انہوں نے سلام اورینٹل کالج کے تعلیمی ماحول کو بہتر بنانے کی کوشش کی اور ایک فعال ٹیم اساتذہ کی تیار کی وہیں کالج کی عمارت کو مکمل کرواکر درس تدریس کے بہترین مواقع فراہم کرنے کی کوشش کی۔

اب ہم سب کی یہی کوشش ہے کہ یہ ادارہ (سلام اورینٹل کالج) اتنی ترقی کرے تھولینڈی اور اسکے قرب وجوار کے لوگوں کے لئے اعلیٰ تعلیمی سرگرمیوں کا مرکز بنے۔ میں اس لئے دعا گو ہوں اور میری دلی تمنا ہے کہ ادارے کی اپنی الگ پہچان ہو میں جب بھی تھولینڈی آیا اور اسکول کے طلباء وطالبات سے ملاقات کا موقع ملا تو میں نے محسوس کیا کہ ہمارے بچوں میں بہت سی خوبیاں ہیں۔ اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ ان خوبیوں کو اجاگر کریں۔ سچ پوچھئے تو اس میں اساتذہ کا بہت بڑا رول ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتیں ابھاریں اور ان کو ایک سمت دینے کی کوشش کریں تاکہ آنے والی زندگی میں وہ ایک اچھے شہری کامیاب اور اچھے انسان بن سکیں۔

آخر میں ایک بار پھر میں راہ نما کے مدیر اعلیٰ اور ان کے ساتھیوں کو دلی مبارک باد دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دست بہ دعا ہوں کہ ہم سب کی محنتیں اور کوشش رنگ لائیں اور ایک دن یہ ادارہ ہندوستان کے نمائندہ اداروں میں شامل ہو جائے۔ (آمین)

ڈاکٹر بلال احمد

پیغام

مدرسہ سلام اورینٹل کالج تھولینڈی رائے بریلی کی پہلی میگزین، ''راہ نما'' کی اشاعت کے موقع پر خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ اکثر وقت اور وسائل کی کمی کی وجہ سے میگزین کی اشاعت میں کچھ دشواریاں پیدا ہوئیں۔ لیکن اب اللہ کے فضل و کرم سے میگزین پوری طرح سے اشاعت کے لئے تیار ہے۔ انشاء اللہ اس میں شامل مضامین طلباء کے ہمہ جہت ترقی، اصول پسندی، صبر واستقلال، ذمہ داریوں، فرائض، قومی یکجہتی اور حب الوطنی کے احساس کے فروغ دینے میں مددگار ثابت ہوں۔

''راہ نما'' کی اشاعت کے موقع ایک بار سب ہی اردوداں اور محبان اردو حضرات کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ آج کے دور میں اپنی شیریں زبان کے لئے ہم کیا کر رہے ہیں۔ ہم سب اردو سے محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن عملی طور پر پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اگر ہم تھوڑی سی محنت اور کوشش و کاوش اور ایثار سے کام لیں تو مستقبل کی نسلوں کے لئے اردو کو ایک زندہ زبان کی شکل میں بطور ورثہ چھوڑ سکتے ہیں۔

کسی بھی ادارہ کی میگزین اس ادارہ کا آئینہ ہوتی ہے جس میں میں ہر طرح کی سرگرمیاں دیکھنے کو ملتی ہے۔ مجھے اپنے طلباء سے یہی کہنا ہے کہ طلباء اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے اپنے مقصد کو حاصل کریں اور خودمختار بنیں۔ آج ضرورت ہے کہ طلباء رسمی تعلیم کے ساتھ۔ ساتھ جدید تعلیم یعنی ٹکنیکل ایجوکیشن حاصل کریں تاکہ وہ برسر روزگار بن کر سماج میں اپنا مقام بنا سکیں۔ ہم اساتذہ کا بھی فرض ہے کہ ہمیشہ اپنے فرائض کے لئے متوجہ ہوں اور پوری محنت اور دیانت داری کے ساتھ اپنے فرائض کو پورا کریں۔

''راہ نما'' کی اشاعت کے موقع پر میں اپنے تدریسی اور غیر تدریسی عملے نیز طلباء کو مبارکباد دیتا ہوں اور ان کے روشن مستقبل کی دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ سب کی جائز تمناؤں کو پورا کرے وہ صحت مند اور ترقی کی راہ پر گامزن رہیں۔ مجھے یقین ہے کہ طویل انتظار کے بعد ''راہ نما'' سے ادارہ کے بلا لحاظ مذہب وملّت سبھی طلباء مستفید ہوں گے۔

احمد مجیب

(پرنسپل)

مدرسہ سلام اورینٹل کالج تھولینڈی، رائے بریلی

مدرسہ سلام اورینٹل کالج محمد پور، تھولینڈی، رائے بریلی

ایک تعارف

ڈاکٹر محمد مسلم قدوائی
منیجر

لکھنؤ سے تقریباً پچپن کلومیٹر دور ضلع رائے بریلی تحصیل مہاراج گنج ایک پچھڑا ہوا علاقہ ہے۔ بچھراواں اسٹیشن سے صرف پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مقام محمد پور تھلینڈی ہے۔ یہ علاقہ خاصہ مشہور ہے اس کا ذکر تاریخ اودھ میں بھی موجود ہے۔ محمد پور تھولینڈی مسلمانوں کی قدیم تہذیب کی یادگار ہے۔ شاہی دور میں اس علاقہ کی بڑی اہمیت تھی اور پانچ سو سپاہی ہمہ وقت یہاں چھاونی ڈالے پڑے رہتے تھے لیکن زمانے کی گردش سے شاہی ختم ہوئی اور ساتھ میں شاہانہ نظام بھی رخصت ہوا۔ مذکورہ محمد پور تھولینڈی میں ''سپاہی محلّہ'' کے نام سے ایک ویران محلّہ ابھی تک اپنے اچھے دنوں کی یاد دلا رہا ہے۔ یوں تو اس علاقہ میں پانچ مساجد اور کئی شوالے ہیں لیکن ایک بڑی اور قدیم مسجد جو آبادی کے قلب میں واقع ہے اس کے بارے میں روایت ہے کہ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ نے اس مسجد میں قیام بھی کیا تھا اور یہیں سے اپنے مجاہدین کے ساتھ سترکھ ضلع بارہ بنکی کی طرف بڑھ گئے اور دوسری فتوحات میں مصروف ہو گئے تھے۔ اس طرح سے یہ مسجد اور یہ علاقہ تاریخی ہو گیا ہے۔

اس قصبہ میں تعلیم یافتہ مسلمانوں کے جو خاندان آباد تھے اس میں ایک خاندان مولانا عبد السلام قدوائی ندویؒ کا تھا۔ مولانا کی تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ہوئی۔ ان کے مشہور ساتھیوں اور ہم سبق افراد میں مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا عبد الغفار ندوی نگرامی، رئیس احمد جعفری، شفیع الدین نیّر، محمد طیب، حافظ فیاض اور مولوی عبد الرزاق صاحب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ (خوش قسمتی سے مولانا موصوف راقم السطور کے والد تھے)۔

والد صاحبؒ حصول تعلیم کے بعد پہلے ندوۃ العلماء میں بحیثیت استاد خدمات انجام دیتے رہے۔ اسی زمانے میں ان بالغوں کے لئے جو دینی تعلیم بالخصوص قرآن فہمی کے لئے بے چین رہتے تھے۔ قلب شہر امین آباد میں ادارہ تعلیمات اسلام کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس میں ہزاروں نوجوانان ملت سرکاری ملازمین اور اعلیٰ عہدیداران دینی تعلیم سے بہرہ مند ہوئے اور سینکڑوں عربی داں بن گئے اس طرح یہ ادارہ عرصہ دراز تک شاندار خدمات انجام دے کر تقسیم ھند کے فوراً بعد بند ہو گیا۔ پھر مولانا جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں بحیثیت صدر شعبہ دینیات مقرر ہوئے۔ رٹائرمنٹ کے بعد وہ ہندستان کے مشہور اور موقر ادارے دارالمصنفین اعظم گڑھ سے وابستہ ہو گئے نیز ''معارف'' جیسے علمی جریدے کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آخری زمانے میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم تعلیمات بھی رہے۔ تھولینڈی درحقیقت دلتوں کی اکثریت والا علاقہ ہے۔ تاہم اس پوری تحصیل میں صرف اسی قصبہ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد ہے جبکہ آس پاس کے دوسرے قریوں میں ان کی تعداد محدود ہے۔ اور جو ہیں بھی وہ اپنی تہذیب سے بے گانہ ہوتے جا رہے ہیں یہاں تک کہ دوسرے مذاہب کی چھاپ ان پر چڑھتی جا رہی ہے۔ والد صاحبؒ یہ سب دیکھتے تھے اور کڑھتے تھے۔ انہیں اپنے وطن کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت کی بلا اختلاف مذہب و ملت بڑی فکر تھی، وہ اتحاد و اتفاق اور بھائی چارے کی فضا کو ہر حال میں بر قرار رکھنے کے خواہش مند تھے۔ قصبہ میں ایک قدیم مکتب ''مدرسہ ضیاء الاسلام'' جو محمد اسماعیل علوی صاحب کے گھر کے باہر چبوترے پر تقریباً نصف صدی سے قائم تھا اور مولوی محمد اسماعیل صاحب کی دیکھ ریکھ میں اس علاقے کی اُس وقت کی تعلیمی ضروریات پوری کر رہا تھا اور بحیثیت استاد مولوی احتشام علی مرحوم صاحب عرف ''ببن مولوی صاحب'' استاد تھے۔ یہ ادارہ والد صاحب کی زیر سرپرستی چلتا رہا، لکھنؤ، دہلی، اور اعظم گڑھ کی اپنی مصروفیات کے ساتھ ساتھ وہ

اس مکتب کی خاموش خدمت کرتے رہے۔ علاوہ ازیں وطن کے ان گنت بچوں کی تعلیم کی ذمہ داری والد صاحب نے اپنے سر لے رکھی تھی جسے بڑی خوش اسلوبی سے وہ تم تک پہچانے میں کامیاب رہے اور یہ حضرات اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس وقت ملک و بیرون ملک میں علمی و ادبی خدمات میں مصروف ہیں۔

والد صاحبؒ اعظم گڑھ سے رمضان المبارک کے آخری ایام میں اپنے وطن محمد پور تھولینڈی عید منانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ لیکن اللہ کی مصلحت میں کس کو دخل ہے تھولینڈی آنے کے تیسرے یا چوتھے دن ہی انہیں برین ہیمبرج ہوا اور ۲۴ راگست ۱۹۷۹ء کو عید سے ایک دن قبل جمعہ کی اذان کے وقت وہ اپنے معبود حقیقی سے جاملے۔ (انا للله و انا الیه راجعون) ان کے اچانک انتقال کی خبر سن کر ان کے آخری دیدار کے لئے جم غفیر امنڈ پڑا۔ دوسرے دن عید کی نماز کے بعد مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (جوان کے ساتھیوں میں سے تھے) تھولینڈی تشریف لائے، نماز جنازہ پڑھائی، نماز کے بعد کفن ہٹا کر دیکھا، پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ ”آپ اتنے بڑے بزرگ تھے مجھے معلوم نہ تھا!!!“ گویا کہ مولانا کی وفات ایک بزرگ کی وفات تھی۔ والد صاحبؒ کے انتقال کے بعد والی صبح بڑی اہم اور عجیب تھی جب گاؤں کی مسجد میں جہاں والد صاحبؒ کے صاحبزادگان اکثر قریبی اعزہ واقرباء، دوست و احباب، شاگردانِ رشید کے علاوہ اہالیان وطن موجود تھے۔ نماز فجر کے بعد متصلاً صف میں سے ایک بزرگ اور مولانا کے معتقد خاص جناب شاکر علی صاحب کھڑے ہوئے وہ زار وقطار رو رہے تھے ان کے مخاطب مولانا کے صاحبزادگان اور بالخصوص والد صاحب کے پھوپھی زاد بھائی، ہمارے چچا جان مولانا نجم الدین قدوائی صاحب تھے۔ شاکر صاحب کچھ کہتے اور جذبات سے مغلوب ہو کر چپ ہو جاتے، ان کی ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں اور آواز درد میں ڈوبی ہوئی تھی۔ بہر حال ان کی گفتگو کا ماحصل یہ تھا کہ ”ہمارے گاؤں کا مسیحا چلا گیا، ہمارے درد

دکھ کا شریک ہمیں اکیلا چھوڑ گیا، اب کون ہمارے مسائل کو سلجھائے گا، اب کون ہماری خبر گیری کرے گا، ہمارے بچوں کی تعلیم کی اب کس کو فکر ہوگی، بلا تفریق مذہب و ملت ھندؤوں اور مسلمانوں کے بیماروں کی عیادت اور مرنے والوں کی تعزیت کرنے اب کون آئے گا، ہم اپنا دردِ دل اب کسے سنائیں گے، ہمیں اب کون دلاسا دے گا۔ ہم (اہالیان تھولینڈی) ان کے حقیقی و علمی جانشین اور وارثین بالخصوص نجم الدین صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اب ریٹائر ہو چکے ہیں، بجائے لکھنؤ کے تھولینڈی کو اپنا مسکن بنائیں ہماری دستگیری کریں اور مولاناؒ کے مشن کو آگے بڑھائیں۔

شاکر صاحب کے دل سے نکلی ہوئی یہ آواز درحقیقت دیہاتی زبان میں ایک نثری مرثیہ تھا جسے سن کر سبھی حاضرین کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔ بھیگی پلکوں سے وہ شاکر صاحب کی پرسوز التجا کی تائید کر رہے تھے۔ پھر دیکے بعد دیگرے کئی لوگ کھڑے ہوئے، ان میں شہید ڈاکٹر مشیر الحق صاحب (سابق وائس چانسلر کشمیر یونیورسٹی) اور وسیم اختر صاحب، مولوی احتشام علی صاحب اور محمد الیاس صاحب جیسے حضرات خاص طور سے قابل ذکر ہیں ان سبھی لوگوں نے شاکر صاحب کی ہاں میں ہاں ملائی۔ بالآخر ہمارے چچا جان نجم الدین قدوائی صاحب کھڑے ہوئے۔ موصوف چونکہ انتہائی رقیق القلب واقع ہوئے تھے اور والد صاحب کے انتقال سے بے حد ملول اور رنجیدہ تھے اس لئے اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہہ سکے کہ ''اگر آپ لوگوں نے تعاون کیا تو انشاء اللہ میں حتی المقدور اس مشن کو آگے بڑھاؤں گا'' مذکورہ تفصیلات سے بعض مخلصین نے مولانا علی میاںؒ کو پہلے ہی مطلع کر دیا تھا چنانچہ تدفین کے بعد انھوں نے ایک مختصر سی تقریر کی اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ مولانا عبد السلام قدوائی ندوی کی اعلیٰ علمی یادگار قائم کی جائے نیز ان کی تعلیمات اور پیغام کو جاری و ساری رکھا جائے۔ نتیجتاً مولانا علی میاںؒ کی ہی سرپرستی میں ''مولانا عبد السلام قدوائی ندوی میموریل سوسائٹی کا قیام

عمل میں آیا۔ جسے بعد میں رجسٹرڈ بھی کرالیا گیا۔ چچاجان چونکہ ایک اچھے تجربہ کار لیکچرر اور ماہر تعلیم تھے اس لئے انھوں نے اہل علم کے مشورہ سے سوسائٹی میں تجربہ کار، فعال، تدریسی وعلمی صلاحیت رکھنے والے اور مخلص افراد کی تشکیل کی۔ (جن میں سید وسیم اختر صاحب، جناب عطاء اللہ خاں صاحب، محمد الیاس (شبّن)، ڈاکٹر مسعود الحسن قدوائی صاحب و حافظ عبدالرحمٰن قابل ذکر ہیں) پھر ممبران کے مشورہ اور تعاون سے مسجد کے سامنے ایک وسیع وعریض قطعہ پر ''مدرسہ سلام اورینٹل کالج'' کی ایک شاندار عمارت کی بنیاد رکھی۔

جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے قصبہ میں جو چالیس پچاس سال کا پرانا ''مدرسہ ضیاء الاسلام'' چل رہا تھا، سوسائٹی نے اسکی تعلیمی وتدریسی ذمہ داری قبول کر کے اسے سوسائٹی میں ضم کرلیا۔ اس میں دینی، مذہبی اور قرآن کی خصوصی تعلیم کے ساتھ ساتھ کسی حد تک عصری نصاب شامل کر کے نئی ترتیب قائم کی اور درجہ اول تا ہشتم کی تعلیم سرکاری نصاب کے مطابق دیئے جانے کا نظم قائم کیا، علاوہ ازیں ایک اہم کام یہ بھی کیا کی رجسٹرار عربی فارسی بورڈ۔ الہ آباد سے سخت جد وجہد اور تگ و دو کے بعد ''مدرسہ سلام اورینٹل کالج'' کا الحاق کرالیا۔ اس الحاق سے ادارہ کو معقول فائدہ پہنچا یعنی بورڈ کے امتحانات پاس شدہ طلباء وطلبات کو الحمدللہ اپنے ہی اسکول سے راست ''ہائی اسکول'' وغیرہ میں شریک ہونے کی سہولت حاصل ہوگئی۔

مولانا نجم الدین یعنی چچاجان تنفس کے مریض تھے، آہستہ آہستہ صحت جواب دینے لگی اور ۳/مئی ۱۹۹۵ء کو وہ بھی اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قصبہ کے عوام اور سوسائٹی کے ممبران نے اس کی کمی کو پورا کرنے کے لئے مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی مرحوم کے داماد ڈاکٹر بلال احمد کو صدر کے عہدے اور مولانا علاؤالدین منصوری ندوی کو جو تھولینڈی کے ہی رہنے والے ہیں۔ نائب صدر کے عہدے اور راقم سطور کو سکریٹری

کے عہدے پر مامور کیا۔

جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے تھولینڈی در حقیقت دلتوں کی اکثریت کی آبادی والا علاقہ ہے یہاں ضرورت اس کی تھی کہ ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت کا بھی معقول انتظام ہو، الحمد اللہ ہماری مجلس منظمہ نے اس کا خصوصی خیال رکھا اور سوسائٹی کے دستور میں بھی اس کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس کی خدمت کا دائرہ وسیع کرنے کی غرض سے مدرسہ کے نام میں لفظ ''کالج'' شامل کیا گیا۔ اسطرح لفظ ''کالج'' ادارہ کے سیکولر ہونے کی نشاندھی بھی کرتا ہے۔ مقام مسرت ہے کہ ہمارے ادارے میں آبادی میں بسنے والی ہر نسل اور ہر ذات اور قوم کے بچے پڑھتے ہیں۔ اہل نظر کو یہاں بھائی چارہ، اتحاد و یگانگت کے بہترین نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ یہ بچے اگر ایک طرف ہندی و سنسکرت پڑھتے ہیں تو دوسری طرف اردو، عربی اور فارسی بھی سیکھتے ہیں۔ نیز ایک دوسرے کے مذہب کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ الغرض ایسے ادارے میں تعلیم و تربیت اور تبلیغ کا کام بمقابلے دوسرے علاقوں اور اداروں کے زیادہ بہتر اور مفید ہے۔

آخر میں یہ خوش خبری بھی سنانی ضروری ہے کہ یہ ادارہ یعنی ''مدرسہ سلام اورینٹل کالج'' کافی دنوں تک عوامی امداد کے سہارے چلتا رہا لیکن اللہ کے فضل سے چند سال قبل ''عربی فارسی بورڈ'' نے اس مدرسہ کو مالی امداد کے لئے منظور کرلیا ہے۔ اب اساتذہ کی تنخواہ تو سرکاری خزانہ سے آتی ہے لیکن کالج کی بعض عمارتوں کی تعمیر جدید، پلاسٹر، فرش، فرنیچر اور مرمت کے لئے ہم حساس نیز دردمند دل رکھنے والے اہل خیر حضرات کی توجہ کے مستحق ہیں۔ حقیقت میں یہ میدان کام کرنے کا ہے اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ضرورت ہے۔ ہم اللہ سے دعا گو ہے کہ وہ ہمیں اس کارِ خیر میں دامے درمے قدمے سخنے شرکت کی توفیق عطا فرمائے۔۔۔۔۔ آمین یارب العالمین۔

☆☆☆☆

لائبریری کی اہمیت و ضرورت

احمد فیضی (استاد عالیہ مدرسہ ھذا)

علم وہ نور ہے جس سے تاریکیاں چھٹتی ہیں علم وہ سمندر ہے جس میں بیش بہا موتی ملتے ہیں علم ایک ایسا آلہ ہے جس سے دل و دماغ کے ریشے صاف وشفاف ہوتے ہیں علم وہ کیمیا ہے جس سے ماضی کی کوششوں کا سرمایا حاصل ہوتا ہے۔ اضافہء علم کا دارومدار مطالعہ کرنے پر منحصر ہے مطالعہ انسان کے لئے ایسا ہی ضروری ہے جس طرح انسان کو غذا کی ضرورت پڑتی ہے جس طرح بغیر غذا کے جینا دشوار ہے اسی طرح بغیر مطالعہ کے علمی ترقی ناممکن ہے کیونکہ مطالعہ علم کی جان علم کی روح اور علم کی غذا ہے مطالعہ کے ذریعہ سے انسان اپنے بھولے ہوے اسباق کو ازسرنو ذہن نشین کرسکتا ہے مطالعہ کے ذریعہ سے حلال و حرام جائز و ناجائز، مکروہ وغیر مکروہ کے درمیان تمیز کر کے اپنی زندگی کو شریعت محمدیؐ میں ڈھال سکتا ہے۔ مطالعہ پر سکون ماحول کا متلاشی ہے جس کے لئے ایک لائبریری کا ہونا ضروری ہے کیونکہ لائبریری ایک مدرسہ کی حیثیت رکھتی ہے بقول حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کہ لائبریری ایک مدرسہ ہے اگر مدرسہ میں تربیت و تعلیم کا اصل کام اساتذہ انجام دیتے ہیں تو لائبریری میں یہ کام کتابیں انجام دیتی ہیں۔ آج دنیا میں متمدن اور ترقی پذیر جو قومیں نظر آرہی ہیں ان کا انحصار انھیں کتب خانوں پر ہے انھیں سے انکے تمدن اور ترقی کو فروغ ملتا ہے تعلیم و تربیت تہذیب و ثقافت نشر واشاعت کے اجتماعی میدان میں لائبریریوں کا بہت بڑا رول ہے۔

یہ بات اظہر من الشمش ہے کہ قوموں کے علمی و ثقافتی، تہذیبی و تمدن کے میدان میں لائبریریاں خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ موجودہ

دور میں اگر کوئی قوم ترقی کرنا چاہتی ہے تو سب سے پہلے اس کو علمی میدان میں قدم رکھنا ہوگا کیونکہ جو قوم علمی میدان میں پسماندہ ہو، وہ مادی و معاشی میدان میں بھی پسماندہ رہ جاتی ہے کسی بھی قوم کو بام عروج تک پہچانے میں لائبریریوں نے بنیادی کردار ادا کیا ہے اس اعتبار سے قومی وملی زندگی میں لائبریریوں کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی جیسی ہے بقول مولانہ شہاب الدین ندویؒ جس قوم یا ملت میں اچھی لائبریریاں اور کتب خانے موجود نہ ہوں وہ زندہ قوموں میں شمار نہیں ہوسکتی کیونکہ کتب خانے قوموں کی ترقی یافتہ ہونے کی نشانی ہیں۔

☆☆☆☆

غافل نہ ہو

☆ خدا کی عبادت سے۔
☆ قرآن کی تلاوت سے۔
☆ پنجگانہ نماز سے۔
☆ رمضان کے روزے سے۔
☆ ادائے زکاۃ سے۔
☆ فریضۂ حج سے۔
☆ جمعہ کی نماز سے۔
☆ والدین کی عطاعت سے۔

کیا آپ جانتے ہیں

۱۔ اللہ کے حرف کی تعداد چار ہے۔

۲۔ محمدؐ کے نام کی تعداد چار ہے۔

۳۔ محمدؐ کی بیٹیوں کی تعداد بھی چار ہے۔

حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور آپ ؐ کی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ

۴۔ خلفاء راشدین کی تعداد بھی چار ہے۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ (۲) حضرت عمر فاروقؓ (۳) حضرت عثمان غنیؓ (۴) حضرت علیؓ

۵۔ معتبر فرشتے بھی چار ہے۔

حضرت جبرئیلؑ، حضرت میکائیلؑ، حضرت اسرافیلؑ اور حضرت عزرائیلؑ۔

۶۔ آسمانی کتابوں کی تعداد بھی چار ہے۔

توریت، زبور، انجیل اور قرآن شریف۔

۷۔ سمتوں کی تعداد بھی چار ہے۔

مشرق، مغرب، شمال، جنوب۔

۸۔ اذان کے حروف چار ہیں۔

(ا ذ ا ن)

۹۔ جمعہ کے حرف چار ہیں۔ (ج م ع ہ)

۱۰۔ مسجد کے حرف چار ہیں۔ (م س ج د)

☆☆☆☆

رافعہ خاتون
درجہ منشی ا

زکوٰۃ کے مسائل

میمونہ معلمہ مدرسہ ھذا

زکوٰۃ اسلام کی بنیادی ارکان میں سے ایک ہے، نبی کریم ﷺ نے مشہور حدیث میں جن پانچ چیزوں کو اسلام کی بنیاد دراصل قرار دیا ہے ان میں زکوٰۃ کا بھی نام لیا ہے، قرآن مجید میں اکثر جگھوں پر نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا ذکر بار بار آیا ہے، بلکہ ایک حدیث میں تو زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے والوں سے قتل کا بھی حکم آیا ہے۔

کتاب وسنت میں زکوٰۃ سے متعلق تفصیلات وارد ہوئی ہیں، حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ زکوٰۃ مالداروں سے لی جائے گی اور ناداروں پر خرچ کی جائے گی۔ قرآن مجید میں مصارف زکوٰۃ کا ذکر پوری تفصیل سے کیا گیا ہے۔

اغنیاء کون ہیں؟ احادیث میں اغنیاء یعنی ان لوگوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے جن پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، چنانچہ اونٹ، گائے، بکری اور چاندی وغیرہ کی جس مقدار کا مالک ہونے پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اسکی بھی تفصیلات مل جاتی ہیں، البتہ سونے کی کتنی مقدار کا مالک ہوتو واجب ہوگی؟ اس سوال کے بارے میں احادیث میں اتنے قوی دلائل موجود نہیں ہیں جتنے اوپر مذکور چیزوں کے متعلق ہیں، اسی وجہ سے بقول صاحب بدایۃ المجتہد سونے کے نصاب کے بارے میں کچھ اختلاف بھی ہے اگرچہ جمہور علماء کے نزدیک اس کا نصاب ۲۰ دینار یعنی ساڑے سات تولہ سونے کا مالک ہونا ہے۔

تجارتی سامان پر زکوٰۃ: جمہور فقہا کے نزدیک تجارتی سامان اگر سونے یا چاندی کے نصاب تک پہنچ جائے تو دوسری شرائط (مثلاً سال پورا ہونے وغیرہ) کے پائے جانے پر اس میں بھی زکوۃ واجب ہوگی، جبکہ اہل ظاہر کے نزدیک اموال تجارت میں زکوۃ ہے ہی نہیں، دلائل کے اعتبار سے جمہور کا مسلک ہی راجح ہے، اس لیے کہ کئی احادیث میں سامان تجارت میں زکوۃ کے واجب ہونے کی تشریح کی گئی ہے؛

علم کا شوق

مولانا عبدالسلام قدوائی ندویؒ

(ابوریحان البرونی عربی، فارسی اور سنسکرت کے بہت بڑے عالم تھے۔ علم کے شوق میں وہ ہندوستان بھی آئے۔ اس سبق میں ان کی زندگی کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے، جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ انہیں علم حاصل کرنے کا کتنا شوق تھا۔

گیارھویں صدی عیسوی میں افغانستان سے ایک بہت بڑے عالم ہندوستان آئے، ان کا نام ابوریحان البرونی تھا۔ البرونی نے یہاں رہ کر سنسکرت زبان سیکھی اور ہندوستانی تہذیب اور رہن سہن کا بغور مطالعہ کیا۔ اپنے مطالعے اور معلومات کی روشنی مین انہوں نے عربی زبان میں ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ''کتاب الہند'' ہے۔ وہ زندگی کی آخر سانس تک علم حاصل کرنے میں لگے رہے۔ البرونی کے زمانے کے ایک نامور عالم کا بیان ہے کہ ''البرونی جب بیمار پڑے تو وہ عیادت کرنے والوں سے اپنی تکلیف بیان کرنے کے بجائے علمی گفتگو کرتے تھے۔ جب ان پر بیماری کا پورا غلبہ ہوا، اور ان کے صحتیاب ہونے کی کوئی امید باقی نہ رہی اور ہر آن ان کی زندگی کا چراغ گُل ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو ان کے تمام دوست، شاگرد اور عقیدت مند بے چین ہو گئے، عیادت کرنے والون کا تانتا بندھ گیا۔ جب میں نے سنا کہ ان کی حالت نازک ہے تو میں بھی گیا۔ دیکھا تو ہوش اُڑ گئے، علم و تحقیق کا یہ پُتلا زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ ہر لمحہ سانس رُک جانے کا ڈر تھا، لیکن مجھے دیکھ کر اپنی بیماری بھول گئے اور سخت کمزوری کے باوجود انہوں نے ایک مشکل علمی مسئلہ حل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ مجھ سے کہنے لگے ''اچھا ہو آپ وقت پر آ گئے۔ میں کچھ دیر سے ایک مشکل مسئلے کے بارے میں غور کر رہا ہوں، لیکن ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا۔ آپ عالم ہیں۔ مہربانی فرما کر یہ مسئلہ مجھے سمجھا دیجئے۔ آپ کا بڑا احسان ہوگا۔'' البیرونی کی یہ بات سُن کر میں

اچنبھے میں پڑ گیا۔ اس آخری وقت میں بھی ان کا یہ شوق میں حیرت سے ان کا منہ تکنے لگا۔ میری اس خاموشی نے انہیں پریشان کردیا۔ کہنے لگے: ''آخر آپ خاموش کیوں ہیں؟ کیا یہ مسئلہ آپ کے لئے بھی مشکل ہے؟'' میں نے کہا: ''نہیں! مسئلہ کا حل میرے لئے مشکل نہیں ہے، لیکن میں حیران اس پر ہوں کہ آپ کی یہ حالت، بیماری کی یہ شدت اور ایسے نازک اور مشکل وقت میں آپ ایک مسئلے کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ اس وقت اس سے کیا حاصل؟ اب مزید علم حاصل کر کے کیا کیجئے گا؟''

میں سمجھتا تھا کہ میری بات سن کر البیرونی کسی مسئلے کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیں گے مگر وہاں تو علم کے شوق کا اور ہی عالم تھا۔ کہنے لگے: آپ سمجھتے ہیں کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے اور اس موقع پر کسی نئے مسئلے کو سمجھنے کی کیا ضرورت ہے، لیکن میرے محترم! اگر مرنے سے پہلے میں ایک اور نیا مسئلہ جان جاؤں تو کیا مجھے خوشی نہیں ہوگی؟ مرنے سے پہلے میں آخر اس خوشی سے کیوں محروم رہوں۔'' البیرونی کا یہ جواب سن کر میں دنگ رہ گیا۔ علم کا شوق ہو تو ایسا ہو۔ میں نے اس مسئلے پر گفتگو شروع کی اور اس کی باریکیاں سمجھانے لگا۔ البیرونی دلچسپی کے ساتھ میری بات سننے لگے اور اسی حال میں ان کی روح پرواز کرگئی۔

ملک کا سرمایہ

اگر مجھ سے کوئی کسی ملک کی تعریف کرے اور بتائے کہ وہ بڑی فوجی طاقت کا مالک ہے، اس کی معاشیات بڑی مضبوط بنیادوں پر قائم ہے، دنیا کی بڑی طاقتوں سے اس کے بڑے اچھے تعلقات ہیں، اور ان کی نظر میں اس کا بڑا احترام ہے، تو مجھے یہ سُن کر اطمینان نہیں ہوگا۔ میں کہونگا کہ مجھے یہ بتائیے وہاں کے اسکولوں اور کالجوں سے لے کر یونیورسٹیوں کے طلبہ تک نئی نسل کے تعلیم یافتہ نوجوانوں میں کس درجہ کا احساس ذمہ داری پایا جاتا ہے، ان میں ضبط نفس کی کتنی صلاحیت اور قانون کی کتنی پاسداری ہے۔

سید ابوالحسن علی ندوی

دو شریفوں کا مقابلہ

شائستہ انصاری
درجہ منشی II

ضلع رائے بریلی میں ایک قدیم قصبہ محمد پور تھولینڈی ہے جو بچھراواں، مہراج گنج روڈ پر واقع ہے۔ یہاں ایک مہاجن رہتے تھے، بہاری نام تھا ان کا۔ دل پایا تھا ٹھاکروں کا۔ صاحب عزت، غیور اور سخی تھی۔ اور ان کی آمدنی کے بھی مختلف ذرائع تھے۔

گرمیوں میں شام کو صحن میں بہت سے آدمی پلنگ پر بہاری کے یہاں آکر بیٹھتے تھے جن میں ہندو مسلمان سبھی ہوتے تھے۔ کوئی حقہ پیتا تھا تو کوئی ہنسی مذاق اور دل لگی میں وقت کاٹتا تھا۔ پھر بہاری سو جاتے تھے۔ جاڑوں کے آتے ہی صحن کا بیٹھنا چھوٹتا اور اندر بڑے دالان میں الاؤ جلایا جاتا اور اس کے ارد گرد کوئی چٹائی تو کوئی زمین پر بیٹھتا۔ اور اِدھر اُدھر کی باتیں، قصہ کہانیاں ہوتیں۔ لیکن یہ بہاری کی سیرت کا صرف ایک رخ تھا۔ دوسرا رخ سمجھنے کے لئے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ بہاری گاؤں کے زمین دار نہ تھے۔ مسلمانوں کی بستی تھی اور یہ سمجھ لیجئے کہ مسلمانوں کی حکومت تھی، اس پر بہاری جیسا ہندو۔ یوں راج کرتا اور کوئی چوں نہ کرتا۔ اس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ جب کسی کے یہاں غمی ہوتی تو بہاری خبر پاتے ہی کمر میں تھوڑے سے روپے باندھتے اور سیدھے صاحب غم کے یہاں پہونچتے۔ تھوڑی دیر ہمدردی ظاہر کرتے پھر دوسروں کی آنکھ بچا کر کمر سے روپے نکال کر پیش کرتے اور کہتے بھیا روپے حاضر ہیں، عورتیں رونے پیٹنے میں لگی ہونگی، اس میں سے خرچ کر لیجئے۔ اکثر غرباء کے یہاں روپئے ڈوب بھی گئے تب بھی بہاری کے چہرے پر شکن نہ پڑی۔ شادی بیاہ کے موقع پر جس کو ضرورت پڑتی بہاری سے کہہ دینا کافی تھا۔ سارا انتظام خود کر دیتا۔ غرض ایسی حالت میں سب کی گردنیں کیوں نہ جھکیں اور لوگ کیسے احسانوں کو بھول جائیں یہی وجہ تھی کہ کوئی ان کے کام میں دخل دیتا اور نہ ان کی حرکتوں پر بولتا۔ وہ جس کا کھیت چاہتے جوت لیتے جس چیز پر جی

چاہتا قبضہ جمالیتے کسی نے اگر دبی زبان ٹوکا تو بھی ہنس کر بولتے میاں جب ہم نے آپ کی اور اپنی چیزیں دو سمجھی ہوتی تو آپ سے پوچھنے کی ضرورت تھی۔ یہ تھا بہاری کا حال!

گاؤں بھر میں میر امجد علی البتہ ایسے تھے جو نہ بہاری سے خوش تھے اور نہ ہی اس کی حرکتوں کو پسند کرتے تھے۔ میر صاحب کو اپنے خاندانی وقار کا بڑا خیال تھا۔ وہ بنیا، بقالوں سے ملنا جلنا ذلت سمجھتے تھے اور بہاری جیسے آدمی کو منھ لگانا توہین۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ گاؤں کے سب سے بڑے رئیس تھے۔ گاؤں میں اکثر لوگ ان سے ڈرتے تھے، چاہے وہ بہاری ہی کیوں نہ ہو۔ کوئی ذرا اڑا، میر صاحب نے اسے پھانسا۔ جہاں کوئی لگان دینے سے چوکا، میر صاحب مقدمہ دائر کرتے اور مع سود کے اس سے وصول کر لیتے۔ یہی وجہ تھی رعایا اور پرجا میر صاحب کے نام سے کانپتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی میر صاحب کے یہاں رعایتیں اور مروتیں بھی تھی۔ لیکن اس طرح جیسے دال میں نمک۔ بس سب سے بڑا خیال اس کا تھا کہ رعایا کو خود چاہیں ستا لیں لیکن کوئی دوسرا ان پر ہاتھ نہ اٹھائے۔ ان کے پاس فریاد پہونچی اور وہ ظالم کے پیچھے پڑ گئے، سیکڑوں ہزاروں خرچ ہو جائیں لیکن مونچھ نیچی نہ ہو سکتی تھی۔

ایک دن لالہ بہاری ٹہلتے ہوئے اپنے دوستوں کے ساتھ میر صاحب کے ایک کھیت کی طرف سے ہو کر گذرے، چنے بوئے ہوئے تھے، دانے پڑ چکے تھے فصل تیار تھی سیٹھ بہاری مینڈ پر بیٹھ گئے اور ایک آدمی کو دوڑا کر گھر سے نمک مرچ اور گڑ منگوایا۔ کبھی نمک مرچ کے ساتھ بوٹ اڑاتے، کبھی گڑ کے ساتھ، ایک گھنٹہ یہی کام رہا پندرہ بیس آدمی اور چنے کا کھیت، چوتھائی کھیت صاف ہو گیا، اتفاق میر صاحب کا ایک آدمی ادھر سے گذرا اتنی ہمت تو نہ پڑی کہ بہاری کو ٹوکے لیکن سیدھا کوٹھی پر پہونچا اور مالک سے سب کچھ کہہ سنایا میر صاحب غصے سے لال ہو گئے فوراً ایک آدمی کو بھیجا کہ جا کر بہاری کو نکال دو، دوسروں کے سامنے بہاری کو ٹوکا جانا بہت برا معلوم ہوا بولے میر صاحب سے کہہ دو اب تو ہم یہ کھیت کھا

کر ہی اٹھیں گے، میر صاحب نے جب یہ سنا تو چہرا لال ہوگیا۔ بندوقیں نکلوائیں پولس کو بلانے کا حکم دیا فوجداری اور خون خرابہ کرنے کو تیار ہوگئے اس وقت کچھ شرفاء وہاں موجود تھے انھوں نے روکا، سمجھایا بجھایا لیکن دوسرے ہی دن بہاری پر پانچ سو(۵۰۰) کا دعوٰی دائر کردیا ان سب باتوں سے گاؤں میں پھوٹ پڑگئی۔ یہ ہنگامہ برپا ہی تھا کہ میر صاحب کی جواں بیٹی اچانک ہیضہ کے مرض میں مبتلا ہوگئی دوا علاج سب کچھ ہوا لیکن قضا کے آگے ایک نہ چلی روح جہاں سے آئی تھی وہاں چلی گئی۔ بہاری نے جب یہ خبر سنی حقہ پی رہے تھے چلم ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی 'ہے ہے' کہتے بیساختہ اٹھے جلدی جلدی کرتا پہنا جیب میں کچھ رکھا اور چلے لوگوں نے پوچھا کہاں جاتے ہو میر صاحب کے یہاں؟ بولے ہاں جی کیا ایسے وقت میں بھی نہ جائیں گے، لوگوں نے کہا نہیں جی نہ جاؤ تم سے ان سے دشمنی ہے، برا مانیں گے وہ بولا ان کا برا ماننا کیا وہ کچھ اپنے ہوش میں ہوں گے لوگوں نے کہا اے بھائی تمھارا جانا زخم پر نمک چھڑکنا ہے جلے کو اور جلانا ہے۔ یہ بات کچھ سمجھ میں آئی مایوس ہوکر بیٹھ رہے آخر کار جب یہ خبر بہاری کو ملی کہ میّت کو باہر لے آئے ہیں اور اب نہلانے کی فکر میں ہیں تو پھر بہاری سے صبر نہ ہوسکا لوگوں نے لاکھ روکا مگر ایک نہ سنی چل کھڑے ہوے جب مجمع کے قریب پہونچے تو ذرا جھکے دامن سے پیشانی کا پسینہ پونچھا میر صاحب کے چچازاد بھائی میرذاکر علی کے پاس سلام کر کے کھڑے ہوگئے انھوں نے اسے پریشان دیکھ کر پوچھا کیا ہے بہاری؟ جلدی سے بولے سب مجھے نہیں آنے دیتے لیکن مجھ سے رکا نہ گیا دوڑا ہوا آیا ہوں کوئی میرے لائق کام تو نہیں ہے بہاری نے جیب سے نوٹ نکالے اور مٹھی میں دبائے پھر بند مٹھی میر ذاکر علی کی طرف بڑھا کر بولے میاں یہ پچاس روپئے اپنے پاس رکھ لیجئے شائد میر صاحب کو ضرورت ہو میر ذاکر علی مسکرا کر بولے ارے میاں تم بھی عجیب خبطی آدمی ہو بھلا میر صاحب کو اس کی کیا ضرورت ہوسکتی جب انھوں نے روپئے لینے سے قطعی انکار کردیا اور کہا کہ نہیں اس کی بالکل

ضرورت نہیں ہے تو بہاری نے مایوس ہو کر نوٹ جیب میں رکھ لئے چند دن کے بعد میر صاحب نے سوم کے بڑی تیاریاں کیں باہر سے لوگ بلائے گئے گاؤں برادری کے لوگ مدعو ہوئے ہزاروں آدمیوں کا کھانا پکنے والا تھا مجلس میں دو گھنٹے کی دیر تھی معلوم ہوا لکڑی ختم ہو گئی گاؤں میں چاروں طرف آدمی دوڑائے گئے برسات کا موسم شروع ہو چکا تھا جہاں دیکھئے لکڑی گیلی ہے۔ عبدو خان میر صاحب کا منھ لگا ملازم تھا بہاری کے گھر کی طرف سے گذرا انھوں نے پوچھا ''کیا ہے خاں صاحب جو اتنا گھبرائے ہوئے ہو'' عبدو بولا کیا کہیں جی! میاں کے یہاں آج لڑکی کا تیجا ہے اور آدمی آنے کو ہیں پر لکڑی گھٹ گئی گاؤں بھر میں ڈھونڈ مارا کوئی نہیں دیتا۔ بہاری نے بلا کچھ پس و پیش کے بعد کہا اچھا تو یہ بات ہے، چمار کو بلا لاؤ عبدو نے حیرت سے پوچھا کاہے کو یہ بولے، جو ہمارے کارخانے میں ٹال لگی ہے یہ کس دن کام آئے گی سب اٹھوا کر لے جاؤ عبدو نے گھبرا کر پوچھا اور بتاؤ جی تم سے اور میاں جی سے جو مقدمہ چل رہا ہے اور اتنی دشمنی ہے۔ یہ ہنس کر بولے واہ خاں صاحب واہ دشمنی کی اچھی کہی ہم سے اور میر صاحب سے دشمنی کیسی مقدمہ چلنے سے کہیں دشمنی ہوتی ہے اور ان کی عزت آبرو کا معاملہ ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم زندہ رہیں اور میر صاحب کی لڑکی کا کام خراب ہو۔ یہ بہاری کی زندگی میں نہ ہوگا عبدو میاں منھ کیا دیکھتے ہو، چمار بلاؤ اور لکڑی اٹھوا لے جاؤ، عبدو جب لکڑی لے کر پہونچا تو میر صاحب نے پوچھا کہاں سے لائے انھوں نے کہا صاحب کہیں نہیں ملتی تھی بہاری نے سنتے ہی لکڑی اٹھوا دی انھوں نے لال پیلے دیدے کر کے پوچھا اُس کے یہاں سے کیوں لائے؟ عبدو نے سارا قصہ دہرایا میر صاحب سن کر کے خاموش ہو رہے اگرچہ لکڑیاں خلاف خواہش و منشا آئی تھیں لیکن پھر بھی انکار کرنے کی بن نہ پڑی۔

آخر ایک ہفتہ بعد دیوانی کچہری میں مقدمہ پیش ہوا اور میر صاحب کی پکار ہوئی تو ان کا کہیں پتہ نہ تھا ان کے وکیل نے آگے آ کر کہا میر صاحب نے اپنا دعویٰ واپس لے لیا عدالت نے پوچھا

کیوں وہ بہاری کی طرف اشارہ کر کے بولے وہ ان کے احسانوں سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں اور اس کے لئے تیار ہیں کہ ان کا جو کچھ خرچ ہوا اسے ادا کر دیں۔ بہاری کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ بولے میر صاحب سے ایک پیسہ خرچ نہ لوں گا چنے بھی کھائے اور کھیت بھی برباد کیا پھر پیسے بھی لوں، ابھی اتنا نہیں گرا۔ اس کے بعد عدالت نے مقدمہ خارج کر دیا۔ بہاری جب گھر واپس آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ میر صاحب صبح سے ہی شہر گئے ہیں لیکن عدالت میں سامنے نہیں آئے نہ معلوم کن کاموں میں شریک تھے ہر شخص اپنی عقل اور فطرت کے مطابق وجہیں بیان کر رہا تھا، لیکن اس پر سب ایک تھے میر صاحب نے نیکی کا بدلہ نیکی سے دیا، ابھی یہ لوگ انہیں باتوں میں مشغول تھے کہ عبدو خاں لالٹین لئے ہوئے آگے آگے اور ان کے پیچھے میر صاحب آتے دکھائی دیئے ایسے میر صاحب کا گزر کہاں؟ سب کے دل دھڑکنے لگے خدا خیر کرے ابھی دور ہی تھے کہ سب پلنگ چھوڑ چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور بیچارے بہاری کی پیشانی پر تو پسینہ آگیا میر صاحب کے قریب پہونچتے ہی سارا مجمع دہرا ہو گیا اور سب کے سلام کا جواب دیتے ہوئے پلنگ کے پاس آ کھڑے ہو گئے بہاری نے ہاتھ جوڑ کر پوچھا یہ آج حضور کدھر نکل پڑے میر صاحب نے تھرآئی ہوئی آواز میں کہا بھائی تمہارے ہی پاس آیا ہوں، تمہارا اخلاق، تمہاری انسانیت اور تمہاری ہمدردی کا شکریہ ادا کرنے۔ تم نے سوم میں جو لکڑیاں بھیجی تھی اس کا حال مجھے عبدو نے بتایا تھا لیکن اس روپے کا حال نہ معلوم تھا جو تم میر ذاکر علی کو میری بچّی کے مرنے کے دن دے رہے تھے کل مجھے وہ بھی معلوم ہوا خیر خدا تمھیں اس نیکی کا بدلہ دے آج میں نے مقدمہ تو اٹھا لیا لیکن میں تمہاری نیکی کا بدلہ قائم کرنا چاہتا ہوں لو یہ کاغذ میں نے اس کھیت کی رجسٹری تمہارے نام کر دی ہے اب واقعی تم ہی اس کے مالک ہو اور وہ کھیت اب تمہارا ہی ہے یہ کہتے کہتے میر صاحب نے کاغذ بڑھا دیا بہاری نے گھبراہٹ میں اسے لے تو لیا لیکن فوراً ہی رو کر بولے میر صاحب آپ نے یہ کیوں کیا آپ ہی کا دیا تو

سب کچھ ہے میں نے لکڑی اس لئے تو نہ دی تھی میر صاحب، میر صاحب بولے جب تم بنئیے ہو کر اتنا سب کر سکتے ہو تو کیا میں سیّد ہو کے ایک کھیت بھی نہیں دے سکتا لیکن اس سے یہ سمجھنا چاہئے کہ میں تمہارے احسان سے اپنے کو سبکدوش سمجھتا ہوں اگر میرا ایسا خیال ہوتا تو تمہارے گھر نہ آتا، میں تو یہ کہنے آیا ہوں کہ آج سے تم پرجا نہیں بھائی ہو۔

بہاری ایک دفعہ گھبرا کر قدموں کی طرف جھکے اور بولے آپ مالک اور سوامی ہیں میں پرجا ہی نہیں بلکہ آج سے آپ کا داس ہوں، میر صاحب خود جھکے اور کانپتے ہاتھوں سے بہاری کو کھینچ کر اپنے گلے سے لگالیا۔

شائستہ انصاری

☆☆☆☆

فرمانِ رسولؐ

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''انسان کے اچھے مسلمان ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے۔

دولت

☆ دولت بڑھ جائے تو پاپ بڑھ جاتا ہے، جب پاپ بڑھ جاتا ہے تو دولت ختم ہو جاتی ہے۔

☆ دولت میں وشواس نہ رکھو، وشواس میں دولت رکھو۔

☆ جوں جوں انسان کے پاس دولت بڑھتی جاتی ہے اس کی زندگی مصنوعی ہوتی جاتی ہے۔

☆ بے کار ہے وہ دولت جس کی وجہ سے انسان کا سکون ختم ہو جائے۔

☆ جتنی دولت بڑھتی ہے اتنی ہی حرص بھی بڑھ جاتی ہے۔

☆ دولت ضروری ہے لیکن اسے عمر بھر اکٹھی کرتے رہنا پاگل پن ہے۔

☆ کئی لوگ اپنی ہی دولت کے بوجھ تلے دب کر مر جاتے ہیں۔

☆ آپ دولت کتنی بھی اکٹھی کر لیں کچھ حاصل نہیں؟ آخر میں یہی سمجھیں گے کہ راستہ بھٹک گیا ہوں۔

احمد مجیب

پرنسپل مدرسہ

اہل علم کی فضیلت

محمد دلشاد درجہ منشی

یونان کا ایک مالدار آدمی جو حد سے زیادہ کنجوس تھا ایک دانشور اور عالم کے پاس گیا اور اس سے التجا کی کہ ”آپ میرے بچے کی تعلیم و تربیت کی ذمے داری قبول کرلیں“۔ عالم نے کہا ”کتنے روپئے دوگے“ دولت مند تاجر نے ان بچوں کو دیکھا جو اس عالم کے زیر تربیت تھے۔ کوئی پڑھ رہا تھا، کوئی لکھنے کی مشق کر رہا تھا، ان کی طرف اشارہ کر کے تاجر نے کہا ”جو کچھ آپ ان سے لیتے ہیں میں بھی دوں گا“۔ عالم نے کہا ”میں تو ان سے کچھ بھی نہیں لیتا ہوں کیونکہ ان کے والدین غریب ہیں، کچھ دے نہیں سکتے۔“ کنجوس تاجر نے پوچھا آپ مجھ سے کیا لیں گے ”عالم نے جواب دیا“ پانچ سو اشرفیاں“ یہ سن کر تاجر کو غصہ آگیا اور اور کہا ”اس سے کم روپئے میں، میں غلام خرید سکتا ہوں“ عالم نے کہا ”ضرور خرید لیجئے“ تا کہ آپ دو غلاموں کے مالک بن جائیں۔ تاجر نے کہا ”دو غلام؟ اس سے آپ کا کیا مطلب ہے“۔ عالم نے جواب دیا ”ایک تو نیا غلام جو آپ خریدیں گے اور دوسرے خود یہ آپ کے نور نظر اور لخت جگر، کیوں کہ جاہل مالدار جہالت کا غلام ہوتا ہے“۔ تاجر نے بڑے غور و فکر کے بعد عالم سے کہا ”مگر میں نے سنا ہے کہ عالم کو دنیا کا لالچ نہیں ہوتا، پھر آپ نے مجھ سے یہ سودے بازی کیوں کی؟“ عالم نے جواب دیا ”پیسے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ تم کو علم کی قدر ہو اور اہل علم کو تم حقارت کی نظر سے نہ دیکھو۔

☆☆☆☆

> **فرمان رسول ﷺ**
>
> ☆ جب تمہیں کسی نیکی سے خوشی ہو اور گناہ سے تکلیف ہو تو یہ تمہارے ایمان کی علامت ہے۔

اچھا انسان بننے کے طریقے

سائل: اے اللہ کے نبی میری خواہش ہے کہ بڑا عالم بن جاؤں

جواب: تو اللہ تعالی سے ڈرتا رہ یعنی اس کے حکموں پر عمل کر اللہ تجھے علم کے خزانے فراہم کرے گا۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ دولت مند بن جاؤں۔

جواب: تو قناعت اختیار کر مالدار ہو جائے گا۔

سائل: میری خواہش ہے کہ سب سے بہتر شخص بن جاؤں۔

جواب: سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

سائل: میں سب سے عادل شخص بننا چاہتا ہوں۔

جواب: جو اپنے لئے پسند کر وہ دوسروں کے لئے پسند کر منصف عادل بن جائے گا۔

سائل: میں اللہ کا مقرب بننا چاہتا ہوں۔

جواب: ذکر الہی میں مصروف رہ تیری خواہش پوری ہوگی۔

سائل: میں چاہتا ہوں میرا ایمان مکمل ہو جائے۔

جواب: اخلاق درست کر لے ایمان مکمل ہو جائیگا۔

سائل: میں اطاعت گزاروں میں سے بننا چاہتا ہوں۔

جواب: فرائض ادا کرتا رہ مطیع افراد میں شمار ہوگا۔

سائل: میں محسنوں اور نیک کاروں میں ہونا چاہتا ہوں۔

جواب: اللہ تعالی کی عبادت ایسے کر کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے ورنہ وہ تو تجھے دیکھ ہی رہا ہے۔

سائل: میں اللہ کے سامنے اس حال میں حاضر ہوں کہ گناہوں سے پاک ہوں۔

جواب: جنابت سے غسل کیا کر کہ اس کی برکت سے گناہوں سے پاک رہے گا۔

سائل: میری خواہش ہے کہ حشر میں نور کے ساتھ اٹھایا جاؤں۔

جواب: کسی پر ظلم نہ کر قیامت کے دن نور کے ساتھ اٹھے گا۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالی مجھ پر رحم کرے۔

جواب: تو اپنی جان اور خلق خدا پر رحم کر اللہ تجھ پر رحم کرے گا۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ میرے گناہ کم ہوں۔

جواب: استغفار کیا کر تیرے گناہ کم ہو جائیں گے۔

سائل: میں بزرگ بننا چاہتا ہوں۔

جواب: مصیبت میں لوگوں سے اللہ کی شکایت نہ کر بزرگ ہو جائے گا۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ میرے رزق میں وسعت ہو۔

جواب: ہمیشہ پاک رہ رزق میں برکت ہوگی۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا دوست بن جاؤں۔

جواب: اللہ ورسول کی پسندیدہ چیزوں کو پسند کر نفرت والی چیزوں سے نفرت کر۔

سائل: میں اللہ کے غضب سے بچنا چاہتا ہوں۔

جواب: کسی پر بے جا غصہ نہ کر اللہ کے غضب سے بچ جائے گا۔

سائل: میں مستجاب الدعوات (جسکی دعا قبول ہو) بننا چاہتا ہوں۔

جواب: حرام چیزوں اور حرام باتوں سے بچ۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ قیامت میں سب کے سامنے رسوائی نہ ہو۔

جواب: اپنی شرم گاہ کی حفاظت کر اللہ تجھے رسوا نہ کرے گا۔

سائل: میری غلطیاں کیسے معاف ہوں۔

جواب: خوف خدا سے رونے، خدا سے عاجزی کرنے اور اپنی بیماریوں سے۔

سائل: کون سی نیکی اللہ کے نزدیک افضل ہے۔

جواب: اچھے اخلاق، انکساری، مصیبتوں پر صبر، اللہ کے فیصلوں پر خوشی۔

سائل: اللہ کے نزدیک سب سے بڑی برائی کیا ہے؟

جواب: بدترین اخلاق اور کنجوسی۔

سائل: کون سا عمل اللہ کے غصہ کو روکتا ہے؟

جواب: پوشیدہ صدقہ، قرابت داری کا حق ادا کرنا اور ان سے حسن سلوک کرنا۔

سائل: جہنم کی آگ کس چیز سے بجھے گی؟

جواب: نماز اور روزے سے۔

زیبا طاہر

مولوی II

☆☆☆☆

☆ **اپنے گھر کی دیوار اتنی اونچی نہ کرو کہ تمہارے پڑوسی کی ہوا رک جائے۔**

(حضرت محمد ﷺ)

وقت

ہم اپنے فکر و غم سب بھول جاتے تھے
مگر یہ وقت کا دریا بھی یارو
کتنا ظالم ہے
کہیں رکتا نہیں بڑھتا ہی جاتا ہے
جو پیچھے چھوٹ جاتے ہیں
اُنہیں یہ بھول جاتا ہے
کبھی آنکھوں میں پانی چھوڑ جاتا ہے
مگر پھر بھی
بہت ہی مہرباں ہے وقت
نئے زخموں پہ مرہم رکھتا رہتا ہے
پُرانے زخم بھرتا ہے
ہمیں آگے بڑھاتا ہے
نئی منزل نئے رستے دکھاتا ہے

عامر قدوائی

داماد کا انتخاب

عبدالسلام قدوائی

حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں جو لوگ ایمان لائے اور آپکی خدمت بابرکت میں حاضری کا شرف حاصل کیا وہ صحابی کہلاتے ہیں پھر جن پر ایمان والوں کو صحابۂ کرام کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا وہ تابعی کہلاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ تعلیم دی وہ صحابۂ کرام کے ذریعہ تابعین کو پہونچی اور تابعین کے ذریعہ بعد کے لوگوں کو اس سے واقفیت ہوئی۔

تابعین میں بعض بہت نامور اور ممتاز ہیں ان میں مدینہ منورہ کے سات صاحبوں کو بہت بڑا مرتبہ حاصل ہے اور فقہائے سبعہ (مدینہ منورہ کے سات عالموں کے نام سے مشہور ہیں حضرت سعید بن مسیّب ان سات نامور عالموں میں بہت اہم عالم ہیں اور اپنی ایمانی قوت اور عملی صلاحیت کے لحاظ سے ان کا بڑا اونچا مرتبہ ہے خدا کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل بڑے شوق اور مستعدی سے کرتے تھے خواہ کتنا ہی نازک موقع ہو شریعت پر عمل میں ذرا بھی تامُّل نہ کرتے ان کی نظر میں خدا کا خوف ہر خوف سے بڑھ کر اور اس کی رضا کا حصول ہر فائدہ پر بالاتر تھا۔

مؤرخین نے اس قسم کے بہت سے واقعات ان کے حالات میں درج کئے ہیں۔ ان کا مشہور واقعہ ہے، اور یہ واقعہ اتنا اہم ہے کہ اگر ان کی زندگی میں اس کے سوا اور کوئی واقعہ نہ ہوتب بھی ان کی اِس بزرگی، عظمت اور تقویٰ کی شان رہتی دنیا تک باقی رہتی۔

مسلمان بادشاہوں میں عبدالملک ایک بڑا زبردست اور طاقت ور بادشاہ ہوا ہے یہ اموی خاندان کا چوتھا بادشاہ تھا اس کے رعب سے بڑے بڑے لوگ لرزتے تھے، جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔

حضرت سعید بن مسیب جس طرح اپنی بزرگی، علم اور پرہیزگاری میں مشہور تھے اسی طرح اپنی خاندانی حیثیت میں بھی بہت ممتاز تھے۔ عبدالملک کی خواہش ہوئی کہ ان کی لڑکی سے اپنے شہزادے کی شادی کرے کیونکہ حضرت سعید کی بزرگی، علم و فضل اور تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے یہ رشتہ شہزادہ کی عزت میں چار چاند لگادے گا اور دولت و حکومت کے ساتھ اسے لوگوں کی عقیدت و محبت بھی حاصل ہوجائے گی۔

عبدالملک نے تمام باتوں پر غور کر کے یہ طے کرلیا کہ حضرت سعید کو شہزادہ کا پیغام بھیجے چنانچہ اس مضمون کا خط لکھ کر اس نے ایک معتبر اور تجربہ کار قاصد کے حوالہ کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ شیخ سعید کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خط دے اور ان سے اس خوبی سے گفتگو کرے کہ شیخ پیغام منظور کرلیں اور شہزادے کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی پر خوشی سے راضی ہوجائیں۔

قاصد بادشاہ کا پیغام لے کر مدینہ منورہ پہونچا اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک مناسب تمہید کے ساتھ شاہی خط ان کے ہاتھ میں دیا، شیخ نے خط کھول کر پڑھا۔ قاصد سمجھتا تھا کہ شیخ خط پڑھ کر خوش ہوں گے اور بڑی مسرت کے ساتھ یہ رشتہ منظور کرلیں گے، لیکن اس نے تعجب سے دیکھا کہ ان کے چہرے پر خوشی کے بجائے ناگواری کے آثار ہیں۔ خط پڑھ چکنے کے بعد فرمایا کہ افسوس ہے کہ میں یہ رشتہ منظور نہیں کرسکتا۔ قاصد نے عرض کیا یہ آپ کیا غضب کررہے ہیں آپ کو بادشاہ کی خواہش کا احترام کرنا چاہئے تھا، شاہی پیغام کو اس طرح رد کر کے آپ بڑی مصیبتوں میں مبتلا ہوں گے اس پیغام کو نامنظور کرنا ذات شاہانہ کی توہین ہے، آپ عبدالملک کے مزاج سے واقف ہیں وہ اپنی توہین کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا اس طرح سے اُسے سخت غصہ آئے گا اور غصہ میں خدا معلوم کیا کچھ تکلیفیں آپ کو پہونچ جائیں آپ اپنی ذات کو مصیبتوں میں مبتلا نہ کیجئے۔ آپ مسلمانوں کے پیشوا، علم و فضل کے مرکز اور مسند رشد و ہدایت کے مالک ہیں آپ کو ذلّت و خواری کے مواقع سے بچنا چاہئے آپ کی ذلّت ارشاد و

ہدایت کی توہین ہے۔ آپ کی اہانت ملت کی اہانت ہے، خدانخواستہ آپ کی بے وقعتی دنیا کی نظر میں دین کو بے وقعت کردے گی۔ اپنا خیال نہیں تو خدارا دین کا خیال کیجئے اور۔ آپ دین کا ستون ہیں۔ آپ گرے تو دین کی عمارت زمین پر آرہے گی۔ للہ سوچیئے شاہی پیغام کا احترام کیجئے اور اس رشتہ کو منظور کر کے خود بھی عزت حاصل کیجئے اور دین وملت کی عزت افزائی کا باعث بنئے۔

کوئی اور شخص ہوتا تو قاصد کی اس تقریر سے متاثر ہو جاتا، لیکن شیخ سعید بن میسّب پہاڑ کی طرح اپنی بات پر جمے رہے اور فرمایا میں دین ہی کی عزت کے لئے انکار کر رہا ہوں، خود پرست بادشاہوں کے ہاتھ میں کھیلنا دین داروں کا شیوہ نہیں ہے اہل دین کی عزت امیروں اور بادشاہوں کے ساتھ نسبت سے نہیں ہوتی ہے بلکہ احکام الٰہی کی اطاعت کر کے اور سنت نبویؐ پر عمل کر کے اصل عزت اور حقیقی وقعت نصیب ہوتی ہے دین کے اصول قائم و دائم ہیں اور بادشاہتیں آتی جاتی ہیں، جو خود فنا ہونے والے ہیں ان کے دامن سے بندھ کر مستقل عزت حاصل نہیں کی جا سکتی ہے۔ دائمی سرفرازی کی آرزو ہے تو اس کی ذات کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہئے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

یہ گفتگو سن کر قاصد نے بحث کا انداز بدلا اور کہنے لگا اچھا اپنے لئے نہ سہی لڑکی کے نقطۂ نظر سے غور کیجئے یہ حقوق العباد کا معاملہ ہے اور آپ سے بڑھ کر اس کی حقیقت کو اور کون جان سکتا ہے کہ حقوق العباد کا معاملہ بہت زیادہ اہم ہے۔ لڑکی آپ کی سرپرستی میں ہے کہیں اس پر زبردستی نہ ہو جائے اس کے لئے راحت و آرام کا موقعہ خدا نے فراہم کیا ہے، ایک عظیم الشان بادشاہ کی بہو بننے کا فخر حاصل ہو رہا ہے، وہ آئندہ ایک نامور شہنشاہ کی بیوی بنے گی، بڑے ناز و نعمت کے ساتھ زندگی بسر کرے گی۔ رہنے کے لئے عالیشان محل۔ کھانے کے لئے الوان نعمت اور خدمت کے لئے ہزاروں لونڈی غلام میسر ہوں گے، کتنے افسوس کی بات ہے کہ آپ اس غریب کو ان راحتوں، نعمتوں اور عزتوں سے محروم کر رہے ہیں ذرا سوچئے

تو آپ اس بے چاری پر کس قدر ظلم کر رہے کل خدا کے سامنے اس زبردستی کا کیا جواب دیں گے۔

قاصد کی یہ تقریر سن کر شیخ نے فرمایا، ہاں میں نے خوب سوچ لیا ہے مجھے حقوق العباد کی اہمیت معلوم ہے خدا کے سامنے جواب دہی کے ہی خیال سے میں اس رشتہ سے انکار کر رہا ہوں، تم مجھے شاہی محل کی جھلک دکھا کر ترغیب دے رہے ہو کہ میں اپنی لڑکی ایک جابر، خود پرست اور اقتدار پسند سلطان کے حوالہ کر دوں، تم دنیاوی راحت و آرام کے ذکر میں ایسے مست ہو جاتے ہو کہ تمہیں یاد نہیں رہتا کہ یہ زندگی جاودانی نہیں ہے فانی ہے اس دنیا کے اسٹیج پر خدا معلوم کتنے بادشاہ آئے اور چلے گئے، چند روز عیش و نشاط کی بہاریں دایمی عذاب کا باعث بن گئی ہیں عارضی لذتوں اور راحتوں کے پیچھے انھوں نے مستقل مصیبتیں مول لے لی ہیں آج ان کے ساتھ نہ ان کے قصر ہیں، نہ حشم و خدم ہیں۔ ان کا جاہ وجلال قصۂ کہانی بن چکا ہے اب وہ ہیں اور گوشۂ قبر جہاں وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت رہے ہیں۔ سعید کی لڑکی ان کی عارضی راحتوں کے پیچھے دائمی مصیبتیں مول لینے کے لئے تیار نہیں ہے وہ یہ ہرگز پسند نہیں کرے گی کہ اس کا ہاتھ ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دے دیا جائے کہ جس کے سر پر گناہوں کا بوجھ ہو اور جس کے ہاتھ مظلوموں کے خون سے رنگین ہوں۔ جاؤ عبدالملک سے کہہ دینا کہ سعید اپنی لڑکی کی شادی اس کے لڑکے سے کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اب صاف اور واضح جواب کے بعد قاصد کے لئے خاموش چلے جانے کے سوا اور کیا چارۂ تھا وہ مدینہ منورہ سے پایہ تخت دمشق کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں پہونچ کر عبدالملک سے ساری سرگذشت بیان کر دی، عبدالملک کو شیخ کی یہ روش بہت ناگوار ہوئی لیکن مصلحتاً اس وقت خاموش رہا۔

مدینہ منورہ میں شیخ کے انکار کا بڑا چرچا رہا لوگ اپنے اپنے انداز میں اس پر تبصرہ کرتے رہے کوئی شیخ کی ہمت و جرأت کی داد دیتا تھا تو کوئی اس انکار سے اظہار افسوس کرتا تھا۔

شیخ حدیث نبوی کے بہت بڑے عالم تھے اور ان کے درس حدیث کی بڑی شہرت تھی ان کے

شاگردوں میں ابن دراعہ نامی ایک بڑے ذہین اور لائق عالم تھے علم وفضل سے گہری دلچسپی کے ساتھ نیکی اور دینداری میں بھی بہت ممتاز تھے ان کی علمی لیاقت، عملی صداقت اور تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے شیخ ان سے بے حد محبت کرتے تھے ایک مرتبہ کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ کچھ دنوں تک وہ درس میں حاضر نہیں ہوئے شیخ کو فکر ہوئی آخر ایک دن انھیں بلا بھیجا جب وہ حاضر ہوئے تو غیر حاضری کا سبب دریافت کیا۔ابن دراعہ نے عرض کیا جناب والا میں ان دنوں بہت پریشان رہا، میری بیوی بیمار ہوگئی تھی، بیماری بڑھتی گئی یہاں تک کہ وہ بستر سے لگ گئی اور علاج اور تیمارداری میں مشغولیت کی وجہ سے موقع نہ مل سکا کہ میں حاضر خدمت ہوسکوں مجھے اپنی غیر حاضری کا بے حد افسوس رہا لیکن مجبور تھا۔

شیخ نے پوچھا اب ان کیا حال ہے؟ ابن دراعہ نے غمگین لہجہ میں کہا حضرت! وہ اس بیماری سے اچھی نہ ہوسکی اور اللہ کو پیاری ہوگئی۔ شیخ نے ہمدردی ظاہر کی صبر وضبط کی تلقین کی اور ابن دراعہ کو تسکین دینے کی پوری کوشش کی۔

اس واقعہ کو کچھ عرصہ گزر گیا اور ابن دراعہ کی طبیعت کو سکون حاصل ہوگیا تو ایک دن شیخ نے پھر ان کے حالات دریافت کئے اور فرمایا گھر میں اب تمھاری زندگی کس طرح گرزتی ہے ، تمھاری راحت وآرام کا دیکھنے والا کون ہے ابن دراعہ نے پریشانی ظاہر کی اور عرض کیا اہلیہ کی موت کے بعد اب آرام کا کیا سوال ہے گھر راحت وسکون کی جگہ نہیں رہ گیا ہے بلکہ پڑا رہنے کا ٹھکانا ہے اب مجھے آرام کا خیال نہیں ہے زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں۔ شیخ نے کہا شادی کیوں نہیں کر لیتے ہو ابھی تمھاری عمر ہی کیا ہے ابن دراعہ نے عرض کیا حضور میں لاکھ چاہوں مگر میرے ساتھ کون شادی پر راضی ہوگا، میرے پاس رکھا کیا ہے ایک غریب طالب علم کی کیا حیثیت ہے جس کے ساتھ کوئی اپنی بیٹی بیاہ دے۔ شیخ نے کہا ابن دراعہ! یہ نہ کہو دنیا میں مال ودولت ہی سب کچھ نہیں ہے تمھارا علمی ذوق، تمھاری دینداری، تمھاری نیکی، تمھاری پرہیزگاری ہر شخص کو کہاں نصیب۔ اگر تم پسند کرو تو

میں اپنی بیٹی کا عقد تمھارے ساتھ کرنے پر راضی ہوں، ابن دراعہ شیخ کی بات سن کر سکتے میں آ گئے، سوچنے لگے۔ یہ وہی لڑکی ہے جس کا پیغام ایک شہنشاہ کے یہاں سے آ تھا لیکن شیخ کی بارگاہ میں منظور نہ ہو سکا لیکن آج اس لڑکی کو مجھ جیسے غریب طالب علم کے حوالہ کر رہے ہیں۔ کچھ دیر سکوت کے بعد عرض کیا آپ کی نوازش کا شکریہ لیکن میرا جیسا مفلس کس طرح اس خاتون کے ساتھ نکاح کی درخواست کرے جو بادشاہوں کو ٹھکرا چکی ہے شیخ نے فرمایا لیکن تم بادشاہ نہیں ہو تم تو علم کے طالب کتاب اللہ کے عامل اور سنت نبوی کے پابند ہو۔ تمہارے جیسے ذی علم متقی اور نیک آدمی سے بادشاہ کو کیا نسبت، تمہاری دین داری اور پرہیز گاری کے سامنے بادشاہوں کی کیا حقیقت ہے علم اور دین کے خادم کو تمہارے ہی جیسے دیندار اور صاحب علم کے ساتھ رشتہ مناسب ہے یہ کہہ کر گھر تشریف لے گئے لڑکی سے اجازت حاصل کی اور چند ہی منٹ میں نکاح سے فارغ ہو گئے۔

نکاح ہو چکا تو ابن دراعہ گھر گئے اور یہ سوچنے لگے کہ کہیں سے قرض حاصل کر کے رخصتی کا بندوبست کروں۔ اس فکر میں دن گذر گیا مغرب کی نماز سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی انھوں نے اندر سے پوچھا آپ کون ہیں جواب ملا سعید یہ سن کر حیران ہوئے سوچا شیخ سعید بن مسیّب تو ہو نہیں سکتے، ان کے پاس اتنا وقت کہاں کہ وہ کسی کے یہاں آئیں جائیں۔ لیکن پھر یہ سعید کون ہے، سوچتے ہوئے اٹھے اور دروازہ کی طرف بڑھے۔ دروازہ کھولا تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے

حدیث نبوی ﷺ

ایک دینار وہ ہے جسے تو اللہ کے راستے میں خرچ کرے اور ایک دینار وہ ہے جسے تو غلام کے آزاد کرنے میں خرچ کرے اور ایک دینار وہ ہے جسے تو مسکین پر خیرات کرے اور ایک دینار وہ ہے جسے تو اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرے، ان سب صورتوں میں زیادہ اجر کا باعث وہ دینار ہے جو تو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے۔

دیکھا کہ یہ تو شیخ سعید بن میسّب ہیں ابھی نگاہیں دو چار بھی نہیں ہونے پائی تھیں کہ شیخ نے فرمایا میں نے سوچا تم گھر میں تنہائی سے پریشان ہو رہے ہو گے اس لئے غم گساری کے لئے تمہاری بیوی کو پہنچانے چلا آیا۔ یہ کہہ کر لڑکی کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا ''لو یہ خدمت کے لئے حاضر ہے''۔

ابن دراع اس طرز عمل کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ ایک شہنشاہ کو ٹھکرا کر ایک غریب لیکن ایماندار طالب علم کو اپنانے کا یہ سرگذشت ابن دراع کے لئے ہی حیرت انگیز نہ تھی بلکہ جس نے سنا اس نے اظہار حیرت کیا اور یہ ابتک تاریخ کا ایک حیرت انگیز واقعہ سمجھا جاتا ہے۔ ☆☆☆

حکایت

ایک ہرے بھرے جنگل میں ایک گائے رہتی تھی۔ علی الصباح وہ تازہ گھاس چرنے کے لئے نکل آتی، سارا دن گھاس چرتی اور سورج ڈوبنے تک موٹی تازی ہو جاتی لیکن ساری رات وہ اس غم میں گھلتی رہتی کہ خدا معلوم اگلے روز گھاس چرنے کو ملے یا نہ ملے۔ اس غم میں صبح تک پھر سوکھ کر دبلی پتلی ہو جاتی، یہاں تک کہ اس کے بدن کی ایک ایک پسلی تک نمایاں ہو جاتی، اب خدا کی قدرت دیکھئے کہ ہر روز صبح سویرے وہ جنگل پھر سر سبز و شاداب ہو جاتا اور گھاس اونچی اونچی ہو جاتی تا کہ گائے اپنا پیٹ اچھی طرح بھرے اور اس کے بدن پر پھر چربی کی تہ چڑھ جائے۔

یہ سلسلہ بہت دن تک جاری رہا، دن میں گھاس چرتے چرتے گائے موٹی ہو جاتی اور رات کو اس فکر میں گھلنے لگتی کہ اگلے روز کیا کھائے گی۔ اے عزیز! گائے کی عقل میں یہ بات نہیں آئی کہ جب رب کائنات ہر روز اس کے جنگل میں جانے سے پہلے ہی رزق کا سامان مہیا فرما دیتا ہے تو پھر اسے اگلے روز کی فکر میں ہڈیوں کا گودا سکھانے کی کیا ضرورت ہے۔ تو نے غور کیا، یہ گائے کون ہے! یہ انسان کا نفس ہے اور سر سبز جنگل یہ دنیا۔ حق تبارک وتعالیٰ اپنی مخلوق کو روزانہ اپنے وعدے کے مطابق رزق عطا فرماتا ہے، لیکن یہ کم عقل اور بد فطرت آدمی پھر اپنی فکر میں سوکھ سوکھ کر کانٹا ہوا جاتا ہے کہ ہائے! کل کیا کھاؤں گا۔ ارے بد بخت، یہ تو سوچ کہ روز پیدائش سے لیکر اب تک تو برابر کھا رہا ہے اور تیرے اس رزق میں کمی نہیں آئی بلکہ یہ دیکھ کہ رزق پہلے سے بھی کئی گنا بڑھ گیا ہے۔ کیا تیری بچپن کی خوراک اور جوانی کی خوراک کی مقدار میں ایک ہی ہے؟ لھذا فکر فردا سے باز آ اور خدا کی رزاقی پر ایمان پختہ کر۔

امید ہے یہ حکایت آپ کو ضرور پسند آئے گی اور آپ یقیناً اس پر غور کریں گے کہ ہمیں خالق باری تعالیٰ پر پورا یقین رکھنا چاہئے اور فکر فردا کا خیال چھوڑ کر آج جو بھی ہمارے پاس ہے اس پر قناعت کرنا چاہئے۔ یہی ہمارا ایمان کامل ہے۔ رشدہ فاطمہ انصاری

یوم آزادی

حیدر علی ندوی
استاذ مدرسہ

یوم آزادئ ہند تجھکو سلام
تو مندر شمع ہے ہمارے لئے
تیری عظمت کا اقرار کرتے ہیں ہم
تو مسرت فزا ہے ہمارے لئے

تو مسرت بھی ہے تو محبت بھی ہے
تیرا پیغام سبکو سنائیں گے ہم
خواب دیکھا تھا آزاد و نہرو نے جو
انکے سپنوں کا بھارت بنائیں گے ہم

تونے آزاد رہنے کی تعلیم دی
تیری قربانیوں کے قدردان ہم
تیرا بھارت کی قوموں پے احسان ہے
تو ہماری تیرے ہیں نگہبان ہم

ملک میں پھر مساوات قائم کرو
ہر محبّ وطن کی یہ آواز ہے
ہندؤں مسلموں تمکو رب کی قسم
بس مساوات میں امن کا راز ہے

دل ہی مندر بنے ، دل ہی مسجد بنے
کچھ روایات ایسی بناؤ یہاں
اس میں الفت کی شمع جلاؤ سبھی
حق کا پیغام سب کو سناؤ یہاں

اس وطن کی حفاظت میں خوں اپنا دو
پھر غلامی کی ڈوری نہ ڈالے کوئی
دیکھ کر عزم کو تم سے دشمن ڈرے
بات کو پھر تمہاری نہ ٹالے کوئی

آج جوہر سا پھر با وفا چاہئے
ہمکو باپو سا پھر رہنما چاہئے
توڑ دے بندھنوں کو غلامی کے جو
وہ تلک سا ہمیں نا خدا چاہئے

ملک کو ہے ضرورت پھر بوس کی
سید و سرسوتی، حسرت و جوش کی
تیری جمہوریت پر ہمیں ناز ہے
اب ضرورت ہے پھر ہمت و ہوش کی

دل میں حب وطن قوم لے کر چلو
سارے عالم کو انصاف کا راج دو
ہندؤں، مسلموں ، سکھ، عسائیوں
مل کے دنیا کو ہندی روایت دو

یوم آزادی ہند کی ہے پکار
قلب حیدر سے نکلی یہ آواز ہے
بڑھ کے اپنے چمن کا تحفظ کرو
خدمت خلق تم بے تردد کرو

آج کی عورت

روشن جہاں
منشی ا

اسلام میں عورت کو جو سر بلندی اور سرفرازی حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں " کہ بہترین متاع دنیا نیک عورت ہے" عورت اگر سیرت، کردار، خلق مسرت اور پسندیدہ عادات واطوار سے منیر ہوں تو والدین شوہر، اولاد اور خاندان سب کے لئے باعثِ عزّت و وقار ہوتی ہے اگر یہی عورت اپنے مرتبہ کو بھول جائے اور اپنے آپ کو انعام خداوندی نہ جانے تو باعث تنگ و عار ہوتی ہے عورت کو چاہئے کہ اپنی عزت ووقار کی حفاظت کرے۔

ایسے رہا کریں کہ کریں لوگ آرزو
ایسے چلن چلو کہ زمانہ مثال دے

آج کی خاتون کا بدلتا روپ: عورت۔ عورت کیا یہی عورت ہے؟ اپر کلاس کی تعلیم یافتہ الٹرا ماڈرن عورت، عورت ہے۔ کیا مڈل کلاس کی کالج میں پڑھنے والی اور پڑھانے والی عورت عورت ہے؟ جو سیاسی اور سماجی کام کرتی ہے مردوں سے اپنے حقوق مانگتی ہے ملے یا نہ ملے یا پھر چند ووٹ مل جانا اور کچھ بڑے عہدوں پر فائز ہو جانا اسے حقوق کامل جانا جاتا ہے یہ عورت آج کی عورت ہے آج کی عورت وہ بھی تو ہے جو گاؤں اور قصبوں میں رہتی ہے نہ ان تک تعلیم پہنچتی ہے اور نہ انکو اپنے حقوق کا علم ہے۔

آج کے دور میں آج کی خاتون آج کا دور ترقی یافتہ دور ہے اس دور میں عورت اور مرد دونوں کو تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے۔ جیسا کہ ہمارے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے۔ آج کے ماڈرن دور میں عورت اپنے وقار کو فراموش کر کے حصول علم کے لئے غلط راستے اپنا رہی ہے۔ جب کہ عورت کو چاہئے کہ تعلیمی دور میں خود کو حصول تعلیم کے لئے

وقف کردے اپنے ناموس وقار کی حفاظت کر کے اپنے مذہب اور اپنی عزت و وقار کو ساتھ لے کر چلے بے جا تعلقات سے گریز کرے مصیبت و تکلیف پر صبر وخوشی کی عادت بنائے تو وہ عورت خاندان کے لئے نام روشن کرتی ہے اور سماج میں الگ عزت کا مقام بناتی ہے۔

ہمارے اسلام میں تو خوبیاں ہیں
نئی تہذیب میں تو بس دوریاں ہیں

استاد کا اصلی کام سیرت کی تیاری ہے، اور ساری تعلیم کا بنیادی مقصد یہی ہوتا ہے کہ بچے کے ارادے اور عمل کی قوت کو کسی سیدھی راہ پر ڈال دے اور سچے اصولوں کی روشنی میں، اچھی عادتوں کی مدد سے، اس کی سیرت میں یکسوئی اور پختگی پیدا کردے جو شخص استاد بن کر تعلیم کا یہ کام انجام دے اسے خود بھی تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ سیرت کو کس راہ پر ڈالے، خود اس کی سیرت کا بھی تو کوئی رنگ۔

خطرناک رخ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

تاریخ بتاتی ہے کہ کسی قوم کا اخلاقی زوال پہلے شروع ہوتا ہے، سیاسی زوال بعد میں آتا ہے۔ ہندوستان آج اسی منزل سے گزر رہا ہے، وہ شدید اخلاقی زوال سے دو چار ہے، اس سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ اتنے لمبے چوڑے ملک میں کنیا کماری سے لے کر سری نگر تک کوئی آواز بلند کرنے والا نہیں کہ اخلاق درست کرو، انسانیت کا سبق پڑھو، ملک کو بچاؤ، یہ کہنے والے ہزار ہیں کہ ہماری پارٹی میں آؤ، فلاں کی قیادت تسلیم کرو، اس کا شکوہ نہیں کہ جو کچھ ہورہا ہے غلط ہورہا ہے، سب کا مطالبہ ہے یہ کہ جو کچھ غلط صحیح ہونا ہے، ہمارے جھنڈے کے نیچے اور ہمارے زیر اقتدار ہو، کوئی خدا لگتی سچی بات کہنے والا، دُکھی رگ پکڑنے والا، بیماری کی جگہ پر انگلی رکھنے والا، اپنے فرقہ اور اپنی جماعت پر بے باک تنقید کرنے والا، اس کو غلطی پر ٹوکنے والا موجود نہیں، جو کھڑا ہوتا ہے، دوسرے فرقہ یا جماعت یا حلقہ کو بڑی فیاضی سے مشورہ دینے لگتا ہے، ہر ایک اپنے طبقہ کے بارے میں ہوشیار اور لائق وکیل (Advocate) اور دوسرے طبقہ یا فرقہ کے بارے میں تھانہ دار اور خدائی فوجدار (Public Prosecuter) نظر آتا ہے۔

میں ایک مذہبی انسان اور تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ ہمارے گناہ اور ظلم کے نتیجہ میں آسمانی آفتیں آتی ہیں، خدا یہ دکھاتا ہے کہ مارنے کا سامان ہمارے پاس تم سے زیادہ ہے، جب بھی ظلم کا کوئی واقعہ ہوتا ہے تو میں ڈر جاتا ہوں کہ کوئی قدرتی تازیانہ انسانوں کی طرف نہ بڑھے۔

کفن کے فقہی احکام

طوبیٰ خاتون مولوی ۱۱

فقہا نے احادیث کی روشنی میں جو فروعات و جزئیات مستنبط فرمائی ہیں، ہم ان کو ترتیب وار نقل کر رہے ہیں کفن پہناتے وقت ان کا خیال رکھنا چاہئے۔

اصل کفن فرض کفایہ ہے، چاہے نیا ہو یا پرانا، نیچے لکھی ہوئی تعداد میں کم و بیش، سفید ہو یا کسی اور رنگ کا۔

مرد کا کفن سنّت۔

کفن سنّت مرد کے لئے تین کپڑے ہیں۔

(۱) ازار سر سے پاؤں تک

(۲) لفافہ (چادر) ازار سے لمبائی میں کچھ زیادہ تاکہ اس میں میت کو لپٹیا جاسکے، اور اوپر نیچے باندھا جا سکے۔

(۳) کفنی (بغیر آستین اور بغیر کلی کا کرتہ) یہ گردن سے پاؤں تک ہوگا۔

عورت کا کفن سنّت

عورت کے کفن مین مسنون کپڑے پانچ ہیں۔

(۱) ازار سر سے پاؤں تک۔

(۲) لفافہ، ازار سے لمبائی میں کچھ زیادہ۔

(۳) کفنی، گردن سے پاؤں تک بغیر آستین کی قمیص۔

(۴) خرقہ (سینہ بند) پستان کے اوپر سے رانوں تک ہو تو بہتر ہے، ورنہ اگر صرف اتنی لمبائی ہو جس سے پستان اور پیٹ چھپ سکیں تب بھی جائز ہے،

(۵) خمار (اوڑھنی) تین ہاتھ کی۔

کفن دلانے کا طریقہ

مرد کو کفنانے کا طریقہ

سب سے پہلے چارپائی بچھا کر اس پر کفن رکھا جائے، اور ایک، تین یا پانچ مرتبہ اس کو لوبان

کی دھونی دی جائے، پھر چارپائی پر پہلے لفافہ بچھایا جائے، پھر اس کے اوپر ازار بچھایا جائے، پھر میت کو غسل کے تختہ سے آہستگی سے لایا جائے، اور اسے قمیص پہنا دی جائے۔ قمص پہنانے کے بعد اس کپڑے کو نکال لیا جائے جسے غسل دلانے کے لئے پہنایا گیا تھا۔

اس کے بعد میت کے سر اور داڑھی پر عطر لگایا جائے (زعفران اور اس کے علاوہ کوئی بھی عطر لگایا جا سکتا ہے) پھر اسکی پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور پیروں (یعنی اعضاء سجدہ) پر کافور مل دیا جائے۔

پھر پہلے بائیں جانب سے ازار کو لپیٹا جائے، اس کے بعد دائیں جانب، اسی طرح لفافہ کو بھی پہلے بائیں طرف سے لپیٹا جائے پھر داہنی طرف سے تاکہ داہنی جانب کا کفن اوپر رہے۔

پھر کپڑے کی پٹی سے کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے نیز درمیان میں کمر کے نیچے سے باندھ دیا جائے، تاکہ کفن کسی وجہ سے کھلنے نہ پائے۔

عورت کو کفنانے کا طریقہ

مرد ہی کے کفن کی طرح اس کے کفن پر دھونی دی جائے، اور مرد ہی کی طرح اس کے کفن میں سے بھی پہلے لفافہ بچھایا جائے، پھر ازار، پھر اسے ازار پر رکھ کر کفنی پہنائی جائے اور اس کے اندر ہی اندر سے وہ کپڑا نکال لیا جائے جو غسل دلانے کے لئے پہنایا گیا تھا، پھر سر پر عطر لگایا جائے (عورت کو زعفران اور ورس بھی لگا سکتے ہیں) پھر پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مل دیا جائے، پھر سر کے بالوں کو دو حصوں میں کر کے (درع) کفنی کے اوپر سینہ پر دائیں بائیں ڈال دیا جائے، پھر اوڑھنی سر اور بالوں پر ڈال دی جائے، اس کو لپیٹنے کی ضرورت نہیں ہے، پھر ازار اور لفافہ اسی طرح لپیٹ دیا جائے جیسے مردوں کو لپیٹا جاتا ہے، یعنی دونوں کا پہلے بایاں حصہ لپیٹا جائے پھر داہنا، پھر کسی پٹی سے مرد ہی کے کفن کی طرح اس کے کفن کو بھی تین جگہ سے باندھ دیا جائے، تاکہ کھلنے کا اندیشہ نہ رہے۔

جہاں تک خرقہ (سینہ بند) کا تعلق ہے تو اس میں فقہاء نے یہ بھی اجازت دی ہے کہ اس کو تمام کفنوں کے اوپر پستانوں سے گھٹنوں تک لپیٹ دیا جائے، یا ازار کے اوپر اور لفافہ کے نیچے لپیٹا جائے، یا ازار کے نیچے اور قمیص (کفنی) کے اوپر لپیٹا جائے۔

کفن کا خرچ کس کے ذمہ ہوگا۔

(۱) اگر میّت کا ذاتی مال موجود ہو تو فرض کی ادائیگی، وصیت کے نفاذ اور وراثت کی تقسیم سے پہلے اس کے کفن و دفن (غسل، خوشبو، کفن، جنازہ اور دفن) کے مصرف اس کے مال سے پورے کئے جائیں گے۔

(۲) اگر میّت نے مال نہ چھوڑا ہو تو اس کے کفن و دفن کے مصارف اس شخص پر ہونگے جس پر زندگی میں اسکا نفقہ لازم تھا، اور اگر اس طرح کے کئی لوگ ہوں تو کفن و دفن کے مصارف ہر ایک پر میّت کی میراث میں ان کا حصہ کے بقدر ہوں گے (اس کی تفصیلات کسی عالم سے معلوم کر لیجائیں)

(۳) اگر کوئی ایسا شخص موجود نہ ہو جس پر اسکا نفقہ واجب تھا تو اگر حکومت اسلامی ہو تو اسکی تجہیز و تکفین کی ذمہ دار بیت المال پر ہوگی۔

(۴) اگر کسی وجہ سے حکومت یہ ذمہ داری نہ نبھائے، یا ہندوستان کی طرح غیر اسلامی حکومت ہو تو عام مسلمانوں کی ذمہ داری ہوگی کہ اس کے کفن و دفن کا نظم کریں، خود نہ کر سکتے ہوں تو چندہ کر کے کریں، ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔

(۵) عورت کا کفن اس کے شوہر کے ذمہ ہوگا، خواہ اس کا ذاتی مال ہی کیوں نہ موجود ہو، اور مرد کا کفن عورت کے ذمہ نہ ہوگا، خواہ عورت مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

جنازہ کس طرح لیجائے (فقہی احکام)

اگر میت شیر خوار (دودھ پیتا بچا) بچے یا اس سے کچھ ہی زیادہ عمر کی ہے تو اس کو قبرستان لے جانے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص اس کو اپنے دونوں ہاتھ میں لے لے، پھر اسی طرح ایک دوسرے سے لیتے ہوئے قبرستان تک لے جائیں، قبرستان دور ہونے کی وجہ سے کسی سواری سے جانا

ہوتب بھی اسی طرح ہاتھوں میں لے کر جائیں۔

(۲) بڑی عمر کے لوگوں کا جنازہ چارپائی وغیرہ پر رکھ کر لیجائے ، میت کا سراہانہ آگے رکھے ، اور چارپائی کے چاروں مائے ایک ایک آدمی اُٹھائے ، اور مستحب یہ ہے کہ پہلے میّت کے داہنے اگلے پائے کو اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے ، پھر پچھلا داہنا پایا داہنے کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے ، پھر بایاں پایا بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے اور اخیر میں بایاں پچھلا پایا بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے تا کہ چالیس قدم ہو جائیں ، اور حدیث میں چالیس قدم کی وارد ہونے والی فضیلت حاصل ہو جائے۔

نماز جنازہ (فقہی احکام)

مصلی کے لئے شرائط وہی ہیں جو بقیہ نمازوں کی ہیں ، یعنی

(الف) بدن ، کپڑے اور جگہ کا نجاست حقیقیہ سے اور بدن کا نجاست حکمیہ سے پاک ہونا

(ب) ستر عورت

(ج) استقبال قبلہ

(د) نیت

اس نماز میں وقت مشروط نہیں ہے البتہ طلوع شمس اور استواء شمس کے وقت نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے اگر جنازہ پہلے لاکر اس وقت نماز پڑھی جائے ، اور اگر اسی وقت جنازہ لایا جائے تو ان اوقات میں بھی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔

طلوع شمس کا وقت سورج نکلنے کی ابتداء سے لیکر اس وقت تک رہتا ہے جب تک اس پر نگاہ ٹھہر سکتی ہو ، یعنی تقریباً دس منٹ تک۔

اور غروب شمس کا وقت سورج کے زرد پڑنے سے لیکر ڈوبنے تک رہتا ہے ، یعنی ڈوبنے سے تقریباً سولہ منٹ پہلے سے لیکر ڈوبنے تک۔

جہاں تک استواء شمس کا تعلق ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب عین نصف النہار پر ہو اس وقت نماز مکروہ ہوگی ، اس سے پہلے یا بعد میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

میّت کی شرائط

میّت کی شرائط چھ ہیں:

(ا) میّت کا مسلمان ہونا ، مرتد اور کافر کی نماز

جنازہ درست نہیں ہے۔

(۲) میّت کا پاک ہونا ، البتہ اگر میت کو طہارت کے بغیر جنازہ کی نماز پڑھ بغیر دفن کر دیا گیا ہو، اس کو پاک کرنے کے لئے قبر سے نہیں نکالا جائے گا، اور بغیر طہارت قبر پر نماز پڑھ لی جائے گی۔ اسی طرح میت جس چارپائی یا تخت وغیرہ پر ہے، وہ اگر پاک ہے تو اس کے نیچے کی جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ہے، لیکن اگر میت کو ناپاک تخت یا زمین وغیرہ پر رکھا ہو تو ایسی صورت میں بعض حضرات کے نزدیک نماز درست ہو جائیگی اور بعض حضرات کے نزدیک نماز درست ہو جائیگی اور بعض حضرات کے نزدیک درست نہیں ہوگی۔ اگر میت کو پاک کفن پہنایا، لیکن بعد میں میت کی نجاست نکلنے کی وجہ سے نجس ہو گیا تو اس کو دھوئے بغیر ہی نماز جنازہ صحیح ہو جائے گا۔

(۳) ستر عورت ہونا ، چنانچہ اگر میت کا جسم چھپانے کے لئے گھاس پھوس بھی میسر نہ ہو تو نماز درست نہ ہوگی۔

(۴) میت کا موجود ہونا، چنانچہ احناف کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ درست نہیں ہے۔

(۵) میت کا نماز پڑھنے والے سے آگے ہونا ، چنانچہ اگر جنازہ پیچھے یا دائیں بائیں رکھ کر نماز پڑھی جائے تو درست نہیں ہوگی۔

(٦) میت کا یا جس چارپائی وغیرہ پر میت ہے اس کا زمین پر رکھا ہو ہونا، چنانچہ میت کی کسی سواری پر رکھ کر یا ہاتھوں میں اٹھا کر نماز پڑھی جائے تو درست نہیں ہوگی۔ الا یہ کہ کوئی عذر ہو، مثلاً نیچے پانی یا کیچڑ و غیرہ ہو تو اس چرح نماز درست ہوگی۔

☆☆☆☆

استاد

استاد کا اصلی کام سیرت کی تیاری ہے، اور ساری تعلیم کا بنیادی مقصد یہی ہوتا ہے کہ بچے کے ارادے اور عمل کی قوت کو کسی سیدھی راہ پر ڈال دے اور سچے اصولوں کی روشنی میں، اچھی عادتوں کی مدد سے، اس کی سیرت میں یکسوئی اور پختگی پیدا کر دے جو شخص استاد بن کر تعلیم کا یہ کام انجام دے اسے خود بھی تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ سیرت کو کس راہ پر ڈالے، خود اس کی سیرت کا بھی تو کوئی رنگ۔

جس طرح کچھ عرصے میں جسم کا ایک ایک ذرہ بدل جاتا ہے مگر جسم کی زندگی برابر رہتی ہے، جس طرح درختوں کی پتیاں بدل جاتی ہیں مگر درخت وہی رہتا ہے اسی طرح سماج کے افراد بھی برابر ختم ہوتے رہتے ہیں مگر سماجی زندگی باقی رہتی ہے، ہر زندہ چیز کی طرح سماج میں بھی دو کام برابر ہوتے رہتے ہیں، ایک تو بدلتے رہنے کا اور ایک اپنے حال پر قائم رہنے کا، ان میں سے کوئی ایک کام بھی رک جائے تو موت کا سامنا ہوتا ہے، جو جسم اپنے کو قائم نہیں رکھ سکتا وہ تو فنا ہوتا ہی ہے پر جس میں اپنے کو بدلتے رہنے کی طاقت نہ رہے وہ بھی موت ہی کے گھاٹ اترتا ہے، سماج میں افراد کے وجود کی غرض بس یہ ہے کہ اس بقا اور فنا، تحفظ اور تغیر، استھی اور پرمان کا ذریعہ بنے اور انہیں اس قابل بنانے کے لئے سماج کی تدبیر اور اس کا فرض نئی نسلوں کی تعلیم ہے۔ محمد اعجاز منشی II

جنگل میں غوطہ

کیلی فورنیا کے محکمہ آگ نے آگ بجھنے کے بعد جنگل کے بیچ میں ایک لاش برآمد کی۔ مردے نے غوطہ خوروں کا سا لباس پہن رکھا تھا۔ اس کے چہرے پر ماسک بھی تھا اور پیچھے آکسیزن کا ٹینک بھی بندھا ہوا تھا۔ پوسٹ مارٹم سے پتا چلا کہ اسکی موت جلنے سے ہوئی ہی نہیں بلکہ اندورونی چوٹوں کی وجہ سے اسکی جان گئی۔ چھان بین کرنے والے سخت حیران تھے کہ ایک غوطہ خور آخر کس طرح جلتے ہوئے جنگل کے بیچ آن پڑا۔ اور پھر تفشیش کی کڑیاں کچھ اس طرح ملیں۔ وہ شخص Scuba diving میں ٹھیک اس وقت مشغول تھا جب جنگل میں آگ لگی۔ فائر بریگیڈ کے عملے نے ہیلی کاپٹروں کو مدد کے لئے بلایا جو نزدیک سمندر سے بڑی بڑی بالٹیوں میں پانی بھر کر لاتے اور اسے جنگل کے اوپر انڈیل دیتے۔ غوطہ خور کی بدقسمتی تھی کہ وہ بھی ان میں سے ایک بالٹی کی زد میں آگیا اور موت ہوگئی۔

دلشاد انصاری منشی II

☆☆☆

مولانا نجم الدین اور ہمارا کالج

شگفتہ عزیز درجہ منشی II

ہماری مادر علمی (مدرسہ سلام اورینٹل کالج) تھولینڈی کا ایک مشہور ادارہ ہے، تھولینڈی جو کہ بڑے بڑے دانشوروں اور بزرگوں کا مسکن رہا ہے، جن میں سرکردہ شخصیت مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی کا نام نامی سرفہرست ہے آپ کے علاوہ ایک اور علمی شخصیت کا ذکر ہم اپنے اسکول میں سنتے آئے ہیں جن کے بارے میں میرے گھر کے چند بڑے اور بزرگ لوگ ایک دن آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ تھولینڈی میں ایک دینی مدرسہ بشکل مکتب مولانا عبدالاسلام قدوائی ندوی نے قائم کیا تھا۔ لیکن اسے سلام اورینٹل کالج بنانے اور اسے موجودہ شکل دینے میں مولانا کے پھوپھی زاد بھائی مولانا نجم الدین شکیبؔ کا اہم کردار رہا ہے۔ مجھے یہ سن کر بہت تعجب ہوا اور دلچسپی ہوئی کہ مولانا نجم الدین صاحب کے بارے میں اور کچھ جانوں۔ میں نے اپنے گھر کے بزرگوں اور گاؤں کے چند علمی شخصیات سے ان کے بارے میں جاننے کی کوشش کی جو کچھ میں معلوم کر سکا اسکو آپ کے سامنے بھی پیش کروں تا کہ آپ لوگ بھی ان کے بارے میں جان سکیں۔

مولانا نجم الدین قدوائی صاحب کا شمار ہمارے گاؤں کے محسنین میں ہوتا ہے۔ تاریخ پیدائش معلوم نہ ہونے کی وجہ سے صرف یہ معلوم ہو سکا کہ ۱۹ ویں صدی کی پہلی دہائی میں ہی آپ پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر میں ہی باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد کے بڑے بھائی محترم سخاوت علی عرف بابا جانی نے کفالت اور تعلیم کی ذمہ داری سنبھالی لیکن اللہ کی مرضی کہ ان کا بھی سایہ عاطفت تا دیر قائم نہ رہ سکا اور جلد ہی داغ مفارقت دے گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) بہرحال کسی

نہ کسی طرح آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی وطن تھولینڈی میں مکمل کی اور مزید تعلیم کے لئے ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لے گئے۔ ندوۃ میں آپ نے محنت اور دلچسپی سے تعلیم حاصل کی جس کے باعث طالب علمی ہی کے زمانے میں آپ کے جوہر کھلنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فراغت کے بعد ہی ندوۃ کے ذمہ داران نے منصرم کے عہدے پر آپ کا تقرر کر لیا، اور کئی سال تک بڑی خوش اصلوبی کے ساتھ اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔

اسی زمانے میں اتر پردیش کے محکمہ تعلیم میں عربی استاد کے ایک جگہ کا اشتہار نکلا تو احباب کے اسرار پر آپ بھی امیدوار بنے اور خوش قسمتی سے پبلک سروس کمیشن نے اس پوسٹ کے لئے معقول اور مناسب ترین استاد سمجھ کر آپ کا انتخاب کر لیا۔ مولانا نے اپنی علمی، تدریسی و تنظیمی صلاحیتوں کی بدولت اپنے محکمے میں ایک خاص مقام بنالیا۔ پھر جلد ہی ہردوئی کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں آپ کا تبادلہ کر دیا گیا، جہاں کئی سال تک اپنی مخلصانہ تدریسی خدمات کے صلہ میں افسران کے نورِ نظر بنے رہے بالاخر ۱۹۵۲ء ترقی پاکر اردو لیکچرار کے عہدے پر سرفراز ہوئے اور ساتھ ہی دارالحکومت لکھنؤ کے گورنمنٹ کالج حسین آباد میں صدر شعبہ ہو گئے پھر یہیں سے ۱۹۷۵ء میں رٹائر ہوئے۔

رٹائرمینٹ کے بعد اپنے وطن محمد پور تھولینڈی کو اپنا مستقل مسکن بنایا۔ تھولینڈی کے مشہور عالم دین مولانا عبد السلام قدوائی ندوی آپ کے پھوپھی زاد بھائی تھے دونوں ہی تھولینڈی اور اہل تھولینڈی پر جان چھڑکتے تھے، خود گاؤں والے بھی انہیں اپنا ہمدرد اور مخلص رہبر و رہنما سمجھتے تھے۔

۱۹۷۹ء میں مولانا عبد السلام قدوائی ندوی کا انتقال ہو گیا اس وقت گاؤں والوں کو یہ احساس ہوا کہ اب ہمارا کوئی پرسان حال نہیں ہے اس لئے سب مل کر مولانا نجم الدین کے پاس پہنچے اور ان سے درخواست کی کہ آپ ہمیشہ بسلسلہ ملازمت تھولینڈی سے باہر رہے۔ لیکن اب آپ رٹائر ہو چکے ہیں اور خوش قسمتی سے اپنے گاؤں میں

ہی سکونت اختیار کر رہے ہیں اللہ نے آپ کو علم بھی دیا ہے، آپ باصلاحیت بھی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ مولانا کے بھائی ہیں آپ مولانا کے مشن سے بخوبی واقف ہیں گاؤں کا آپ پر اور آپ کا گاؤں پر حق ہے اس جذبہ سے ہم سب اہلیان تھولینڈی کی خواہش ہے کہ اب آپ ہماری رہنمائی فرمائیں اور مولانا کے مشن کو آگے بڑھائیں۔

نجم الدین صاحب نے گاؤں والوں کی بات بڑی توجہ سے سنی اپنی کچھ دقتیں مجبوریاں اور کچھ مصروفیات کا حوالہ دے کر اپنی معذوری ظاہر کیں لیکن تھولینڈی والے کچھ سننے کو تیار نہ ہوئے، بالآخر مولانا کو ہاں کرنا ہی پڑا۔ پھر سبھی اہلیان وطن کے تعاون سے کام کی ابتدا ہوئی مسجد کے قریب کی زمین کو لے کر اور اسے ہموار کر کے یہاں تعمیری کام شروع ہوا اور پھر الحمدللہ موجودہ سلام اورینٹل کالج بن کر تیار ہو گیا تقریباً پندرہ سال تک نجم الدین قدوائی صاحب اس ادارے (سلام اورینٹل کالج) اور محمد پور، تھولینڈی کی ترقی کے لئے برابر کوشاں رہے۔ لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ انکی صحت گرنے لگی اور ۳؍مئی ۱۹۹۵ء کو انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ تدفین آبائی وطن تھولینڈی کے قبرستان میں ہوئی۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

نجم الدین قدوائی صاحب کے انتقال کے بعد مولانا عبد السلام قدوائی کے بیٹے ڈاکٹر محمد مسلم قدوائی جو تھولینڈی کے گرام پردھان بھی رہ چکے ہیں اور زیادہ تر وقت اپنے وطن تھولینڈی میں ہی گزارتے ہیں، اس ادارے کے روح رواں ہیں۔ اور بحمد للہ یہ کالج ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

☆☆☆☆

اگر تم ایک **پنسل** بن کر
کسی کی خوشیاں نہیں لکھ سکتے
تو کوشش کر کے ایک اچھا ربڑ بن جاؤ
تا کہ کسی کا غم تو مٹا سکو

ماحول کی آلودگی

شگفتہ عزیز منشی II

سائنس نے ہمیں جہاں بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے، وہیں انسانی زندگی کے لئے پیش آنے والے خطرات ہیں جن میں سے ماحول کی آلوگی اور اس کے خطرناک نتائج سے آج دنیا خوف زدہ ہے کیونکہ آلودگی ایٹمی جنگ سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ بہت سے ممالک ماحول کی آلوگی سے نجات پانے کی کوشش کرر ہے ہیں۔

ماحول کو آلودگی سے بچانے کے لئے ہندوستان کی حکومت بھی طرح طرح کی کوشش کرر ہی ہے، اس سلسلے میں حکومت نے تیس سے زیادہ قوانین بنائے ہیں جن کا نفاذ مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے ذریعے ہورہا ہے۔ مثلاً

۱۔ واٹر پالیوشن ایکٹ

۲۔ ایئر پالیوشن ایکٹ

۳۔ فیکٹری ایکٹ

۴۔ انوائرمنٹ ایکٹ

۵۔ گنگا ایکشن پلان ایکٹ

اس کے علاوہ ریڈیو، ٹی وی، اخبارات اور پوسٹروں کے ذریعے عوام کو ماحول کی آلودگی کے نقصانات اور اس کو صاف ستھرا رکھنے کے فوائد سے آگاہ کیا جارہا ہے، اسی نظریئے کے تحت درسی کتابوں میں بھی آلودگی سے متعلق موضوعات کو شامل کرنے کی طرف توجہ دی جارہی ہے لیکن آلودگی کے مضر اثرات سے بچنے کے لئے محض حکومت پر ہی انحصار نہیں کرنا چاہئے بلکہ ہر شخص کو اپنی ذمہ داری نبھانے اور مل جل کر ماحول کو بہتر بنانے کے لئے کام کرنا چاہئے۔ تب ہی آلودگی کے بھیانک خطرات سے بچا جا سکتا ہے۔

گیت سنانے آئی چڑیا

گیت سنانے آئی چڑیا
سب کو جگانے آئی چڑیا
آنگن میں شاخوں پہ بیٹھی
دل کو لبھانے آئی چڑیا
صبح ہوئی اب بستر چھوڑو
ہمیں جگانے آئی چڑیا
باغ میں جاؤ ٹہلو، گھومو
سیکھ سکھانے آئی چڑیا
اپنے رب کا جلوہ دیکھو
سب کو بتانے آئی چڑیا
دیکھوں دنیا کتنی حسیں ہے
مجھ کو بتانے آئی چڑیا
دن کے سب سے اچھے پل کا
روپ دکھانے آئی چڑیا

عائشہ عزیز درجہ سوم

☆☆☆

یاد رکھیئے

۱۔ علم کا یاد کرنا تسبیح ہے۔
۲۔ علم کا کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے۔
۳۔ علم کا پڑھنا صدقہ ہے۔
۴۔ علم سے ہی حلال وحرام کی پہچان ہوتی ہے۔
۵۔ علم اور عابد کے درمیان ستر درجے کا فرق ہے۔
۶۔ علم جن سے تم علم سیکھتے ہو ان کی عزت کرو۔

تین باتیں

تین کی عزت کرو۔ ماں، باپ، استاد

تین کے لئے لڑو۔ آزادی، ایمانداری، انصاف

تین سے دور رہو۔ سستی، خوشامد، بے حسی

تین سے اچھا سلوک کرو۔ نوکر، غریب، لاچار

☆☆☆

استاد

وجاہت اللہ بیگ
منشی II

آیئے سوچیں شعور زندگی دیتا ہے کون
ہر طرف جب رات ہو تو روشنی دیتا ہے کون

کون جلتا ہے اندھیروں میں چراغوں کی طرح
روشنی کس کی ہے ہر جانب ستاروں کی طرح

بزم ہستی میں ہر اک جانب اجالا کون ہے
چاند کس کا نام ہے اور اس کا ہالہ کون ہے

رات دن جذبات کی صورت گری کرتا ہے کون
کھیتیاں تعلیم کی ہر دن ہری کرتا ہے کون

کس کے دامن کی ہوا سے زندگی شاداب ہے
علم سے روشن زمانہ ہو یہ کس کا خواب ہے

سوچ کر دیکھو ذرا خود فیصلہ ہو جائے گا
ہر ورق تاریخ کا خود آئینہ ہوجائے گا

جن کے دم سے روشن ہے عالم ایجاد کی
قدر کرنا چاہئے ہم کو ہر اک استاد کی

آج منزل آشنا ہے جو مہکتی زندگی
ہر قدم پر یہ نہ ہوتے تو بھٹکتی زندگی

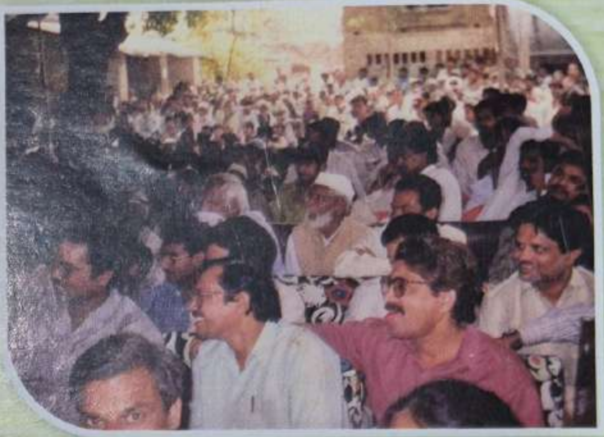

جلسہ میں موجود افسران و دیگر افراد

ثقافتی پروگرام کا ایک منظر

جلسے میں موجود طلباء

مولانا صدیق احمد ندوی پرنسپل مدرسہ اساتذہ کے ساتھ

مدرسہ کی پکنک کا ایک منظر

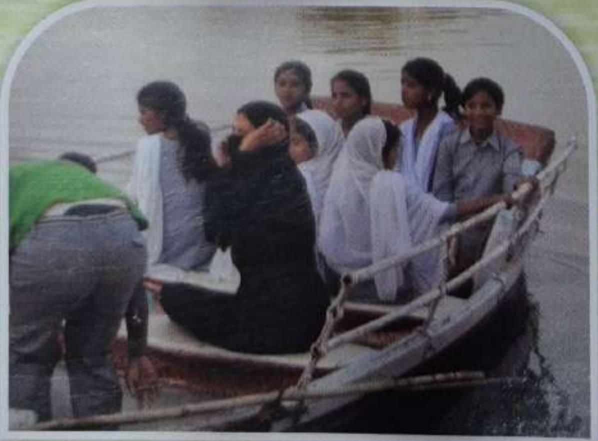

طلباء ناؤ چلاتے ہوئے

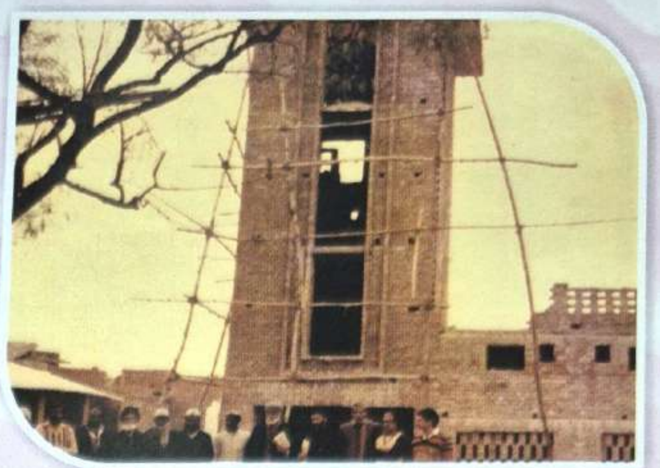

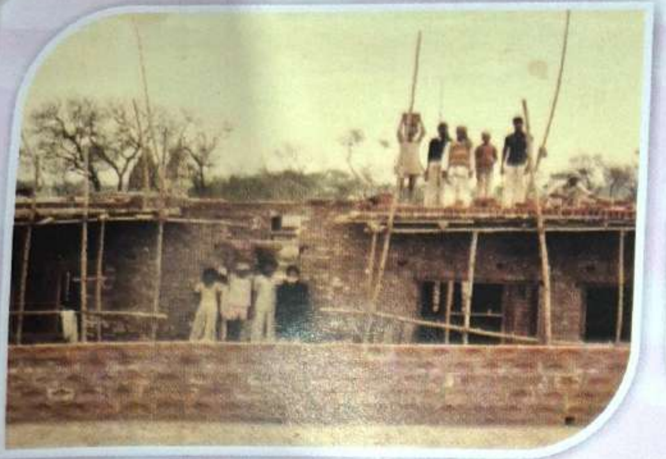

مدرسہ سلام اورینٹل کالج کی تعمیر کا ایک منظر

مدرسہ کا سالانہ جلسہ کا منظر

ثقافتی پروگرام کا ایک منظر

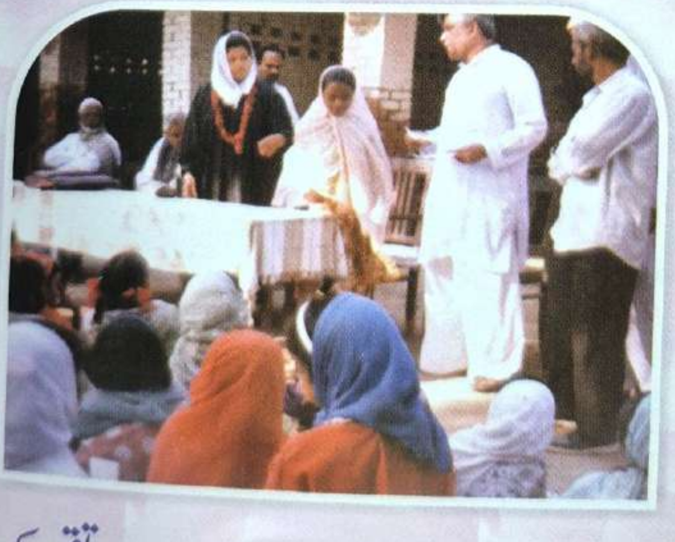

مدرسہ کے منیجر ڈاکٹر محمد مسلم قدوائی بچوں کے انعامات تقسیم کرتے ہوئے

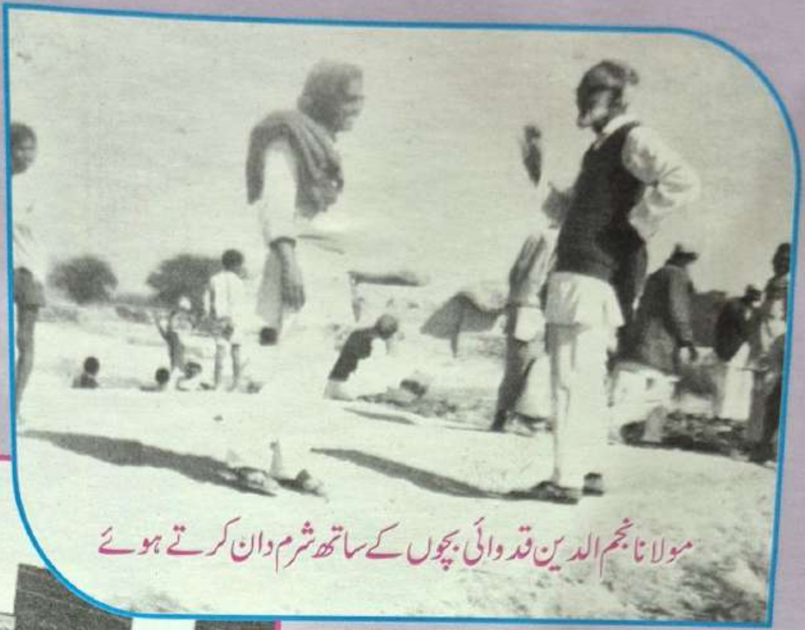

مولانا نجم الدین قدوائی بچوں کے ساتھ شرم دان کرتے ہوئے

مدرسہ سلام اورینٹل کالج زیر تعمیر

مولانا نجم الدین قدوائی بچوں کو مٹھائی بانٹتے ہوئے

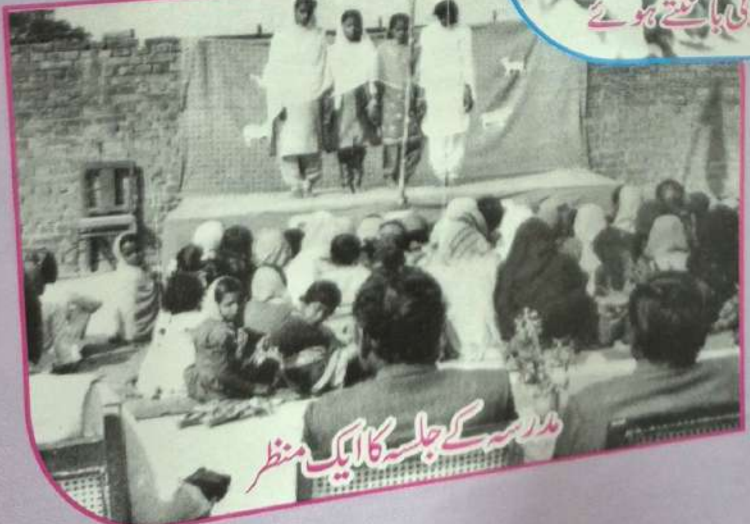

مدرسہ کے جلسہ کا ایک منظر

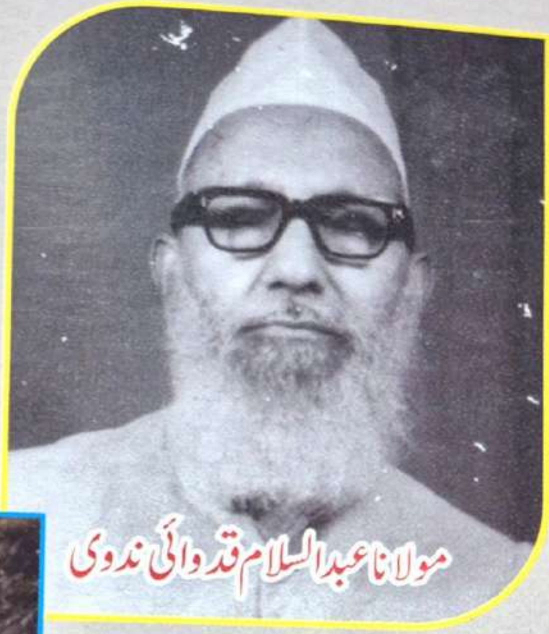

مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی

مولا عبدالسلام قدوائی ندوی پنڈت جواہر لعل نہرو کے ساتھ

مولانا نجم الدین قدوائی آفس میں

مولانا نجم الدین قدوائی مدرسہ اساتذہ کے ساتھ

ماں

انسانیت کی زبان پر سب سے خوبصورت لفظ ماں ہے اور سب سے زیادہ حسین پکار میری ماں ہے۔ یہ ایک ایسا لفظ جس سے امید و محبت کا بھرپور احساس ہوتا ہے۔ اتنا دلکش اور پر خلوص لفظ جو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلتا ہے۔

اگر کسی کی ماں ناراض ہو جائے تو سمجھ لے کی اس جنّت کی چابی کھو گئی۔

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں تیرے سارے گناہ معاف کرتا ہوں بس تو اپنی ماں کو راضی کر لے۔

جب میں اپنی ماں کی یاد میں روتا ہوں تو فرشتے میرے آنسو پوچھتے ہیں۔ تو فرشتوں سے اس لئے افضل ہے کہ تجھے ماں کی لوری حاصل ہے۔ جب مجھے میری ماں کی یاد آتی ہے تو میرے خوابوں میں جنّت کی ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ میری ماں کا ہر حکم اللہ کے کلام کی ایک سطر ہے۔ اگر تیرے ساتھ قیامت تک رہ سکتی ہے تو ماں کی دعا ہے۔ ماں دنیا کی عظیم ہستی ہے اور محبت کی پہچان ہے جس کی آنکھوں اور دل سے صرف پیار اور دعائیں پھوٹتی ہیں۔ ماں زندگی میں صرف ایک بار ملتی ہے، اور اس نعمت کی قدر اس کے چھن جانے کے بعد ہوتی ہے۔ ماں کی دعائیں زندگی کی سب سے بڑی دولت ہوتی ہے۔ محبت کا پہلا رنگ ماں کی آنکھوں میں دیکھا جاتا ہے۔ آج میری ماں میرے ساتھ نہیں ہے اس کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ میں ماں کی محبت و شفقت سے محروم ہوں۔۔۔

احمد مجیب

☆☆☆

گناہ کا موقع نہ ملنا بھی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے

ہنسی کی محفل

شاہینہ بانو منشی ا

(۱)

ایک مغرور دوست، اپنے غریب دوست سے برسوں بعد ملا۔

غریب دوست نے پوچھا، کیا تم نے مجھے پہچانا؟

مغرور دوست ۔۔میں گدھوں کو نہیں پہچانتا؟

غریب دوست ۔۔مگر میں پہچانتا ہوں۔

(۲)

مہمان (میزبان سے) جب میں کھانے کی میز پر بیٹھتا ہوں تو تمھاری بلّی میرا منھ کیوں تکنے لگتی ہے۔

میزبان: بے چاری اپنا پیالہ جانتی ہے نا۔

(۳)

شوہر نے اپنی بیوی سے بڑے فخر سے بتایا: جب میں پیدا ہوا تھا تو ملیٹری والوں نے ۲۱ توپوں چلائی تھیں۔ بیوی شرماتے اور اتراتے ہوئے: کمال ہے، سب کا نشانا چوک گیا؟

(۴)

راجو اپنے دوست عبداللہ سے: دوست! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے جس بس میں سفر کیا اس کا اتنا زبردست ایکسیڈینٹ ہوا کہ میرے علاوہ سب ہی مر گئے۔

عبداللہ حیرت سے: لیکن تم کیسے بچ گئے۔۔۔؟

راجو: میں مرنے ہی والا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔

(۵)

جج نے چور سے کہا۔۔۔یہ تمھاری عدالت کے رکارڈ کے مطابق سترویں چوری ہے۔اب بھی تم اس حرکت سے باز نہیں آئے۔جج کی بات سن کر چور نے بڑی معصومیت سے کہا۔۔! سر میں سینچوری بنانا چاہتا ہوں۔

(۶)

ایک موٹے تازے پہلوان صاحب ایک ہوٹل

میں داخل ہوئے۔ ہوٹل کے مینیجر نے خوشامدانہ لہجہ میں کہا۔ واہ پہلوان صاحب کیا موچھیں ہیں آپ کی؟ آپکی موچھوں کا ایک بال ایک لاکھ کا ہے۔ پہلوان صاحب نے خوب ڈٹ کر کھایا پیا۔ بل سو روپے کا بنا۔ پہلوان صاحب نے اپنی موچھوں کا ایک بال پیش کرتے ہوئے کہا۔۔ یہ لو ایک بال جس کی قیمت تم نے ایک لاکھ بتائی تھی۔ اس میں سے اپنا بل لے لو اور
باقی روپے واپس کردو۔

(۷)

استاد: اگر ہم ٹماٹر لے کر اسے دو ٹکڑے کریں۔ پھر دو کے دو کریں اور پھر ان کے دو دو کریں تو کیا بن جائیگا۔

شاگرد: (معصومیت سے) ٹماٹر کی چٹنی۔

(۸)

باپ: (بیٹے سے)۔ بیٹا اسکول سے تمھاری شکائت آئی ہے۔ بیٹا: ابّو کیسی شکائت، میں تو ایک ماہ سے اسکول ہی نہیں گیا۔

(۹)

ایک کانے شخص نے کسی سے شرط لگائی کہ میں تم سے زیادہ دیکھتا ہوں۔ جب شرط منظور ہوئی۔ کانے نے کہا میں جیت گیا۔ کیوں کہ میں تمھاری دو آنکھیں دیکھتا ہوں اور تم میری ایک آنکھ۔۔۔!

(۱۰)

دو دوست آپس میں گپیں ہانک رہے تھے۔

پہلا: ایک مرتبہ میں نے فٹ بال کو ایسا کک لگائی کہ پورے ایک ہفتہ کے بعد فٹ بال نیچے آیا۔

دوسرا: اور جب میں نے کک لگائی تو فٹ بال جب زمین پر واپس آیا تو اس میں ایک پرچی لگی تھی جس پر لکھا تھا؛ آئندہ فٹ بال چاند پر نہ آئے ورنہ واپس نہیں کی جائیگی۔

(۱۱)

زید۔۔۔ یار سمیر ہم میلے تو جا رہے ہیں لیکن وہاں ہم کھائیں گے کیا؟

سمیر۔۔۔ وہی جو سبھی کھاتے ہیں

زید۔۔ کیا؟

سمیر دھکّے۔

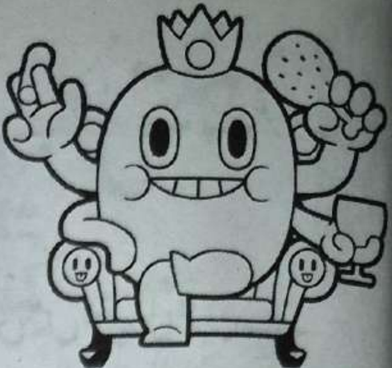

لالچی راجا

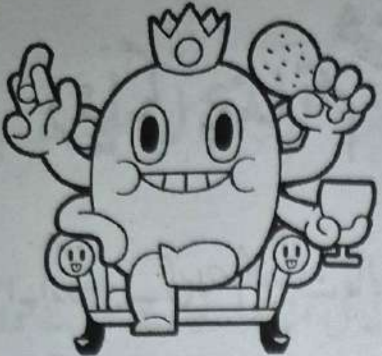

عربیہ عزیز
نہم منشی ا

ایک راجا تھا وہ بڑا لالچی تھا۔ وہ اپنی بیٹی کو بہت چاہتا تھا۔ لیکن سونا اسکو اپنی بیٹی سے بھی زیادہ پیارہ تھا۔ وہ رات میں سوتے سوتے سونا اکٹھا کرنے کا خواب دیکھا کرتا تھا۔ ایک دن راجا اپنے خزانے میں بیٹھا سونے کی اینٹ گن رہا تھا کہ اچانک وہاں ایک فرشتہ آگیا، اس نے راجا سے کہا ......تم بہت دولت والے ہو۔ راجا نے منھ لٹکا کر کہا میں دولت والا کہاں ہوں میرے پاس تو بہت تھوڑا سونا ہے۔ فرشتہ بولا، تمھیں کتنا سونا چاہیے۔؛ راجا بولا میں چاہتا ہوں کہ میں جس چیز کو چھوؤں وہ چیز سونے کہ ہو جائے۔ فرشتے نے کہا ؛ٹھیک ہے۔ اب راجا جس چیز کو چھوتا وہ چیز سونے کی ہو جاتی ۔اس نے کھانا کو چھوا، کھانا سونے کا ہو گیا۔ اس نے پانی کے گلاس کو چھوا، پانی کا گلاس سونے کا ہو گیا۔ وہ بھوک اور پیاس سے مرنے لگا۔ یہ منظر دیکھ کر اس کی بیٹی رونے لگی۔ بیٹی کو روتے دیکھ کر راجا کو پیار آگیا اس نے بیٹی کو پیار سے گود میں اٹھا لیا۔ بیٹی کو چھوتے ہی اس کی بیٹی بھی سونے کی ہو گئی۔ یہ دیکھ کر راجا رونے لگا اور اپنے کیئے کی معافی مانگنے لگا اور کہنے لگا کہ مجھے پہلے جیسا کر دیجئے میں پہلے ہی ٹھیک تھا۔ راجا کے پچھتاوے اور معافی مانگنے سے فرشتے ترس آگیا۔ اس نے راجا کو ایک گلاس پانے دیا اور کہا اس پانی سب چیزوں پر چھڑک دیجئے۔ راجا نے ویسا ہی کیا۔ سب چیزیں پہلے جیسی ہو گئیں۔ راجا نے کھانا کھایا اور پانی پیا۔ اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا ایک گلاس پانی کی قیمت سونے سے زیادہ ہے۔ لالچ بری بلا ہے۔

دنیا کی چند اہم شخصیتیں

ناز بانو

۱۔اردو ادب کی اہم شخصیت غالب ہے۔

۲۔انگریزی ادب کی اہم حصیت شیکسپیر ہے۔

۳۔ہندی ادب کی اہم شخصیت تلسی داس ہے۔

۴۔سنسکرت ادب کی اہم شخصیت کالی داس ہے۔

۵۔فارسی ادب کی اہم شخصیت سعدی ہے۔

۶۔لاطینی ادب کی اہم شخصیت ورجل ہے۔

۷۔جرمن ادب کی اہم شخصیت گوئٹے ہے۔

۸۔یونانی ادب کی اہم شخصیت ہومر ہے۔

۹۔اطالوی ادب کی اہم شخصیت ڈانٹے ہے۔

۱۰۔عربی ادب کی اہم شخصیت متنبی ہے۔

مسکراہٹ

مسکراہٹ شکریہ ادا کرنے کا سب سے بہترین طریقہ ہے۔

مسکراہٹ یہ یقین دلاتی ہے کہ مسکرانے والے کا دل صاف ہے۔

مسکراہٹ وہ تحفہ ہے جو غریب سے غریب آدمی بھی پیش کر سکتا ہے۔

مسکراہٹ نا امیدی میں امید کی کرن ہے۔

مسکراہٹ مانگی یا خریدی نہیں جا سکتی ہے۔

مسکراہٹ ایک ایسی چیز ہے جو اس وقت تک کسی کے کام نہیں آتی جب تک اسے اپنے دل سے نہ پیدا کیا جائے۔

مسکراہٹ پر کچھ خرچ نہیں۔

مسکراہٹ بہت کچھ دیتی ہے اور اس ہی دنیا قائم ہے۔

مسکراہٹ روح کو مہکاتی ہے اور اسے پاکیزہ رکھتی ہے۔

مسکراہٹ محبت کی خاموش زبان ہے۔

مسکراہٹ ایک ایسا پھول ہے جو کسی موسم میں نہیں مرجھاتا۔

مسکراہٹ ایک فن ہے۔

مسکراہٹ صحت کا ایک انمول خزانہ ہے۔

خوشنما منشی II

☆☆☆☆☆

مہکتی کلیاں

سعدیہ منشی

۱۔عورت ایک شمع کی طرح ہے جو خود کو جلا کر روشنی دیتی ہے۔

۲۔جس گھر میں عورت دُکھی ہوتی ہے وہ گھر جلد تباہ ہو جاتا ہے۔

۳۔عورت کا وقار اس میں ہے کہ وہ اپنی عظمت کو برقرار رکھنے کے لئے اپنی محبت قربان کردے،اور عزّت کی زندگی چن لے۔

۴۔اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ کسی نے آپ پر اعتماد نہیں کیا،مسئلہ یہ ہے کہ آپ اعتماد کے قابل ہیں؟

۵۔کسی کے ایمان کا اندازہ اس کے وعدے سے لگاؤ۔

ہر چھوڑ کر جانے والا انسان بے وفا نہیں ہوتا اور اسی طرح یہ کہ ساتھ نبھانے والا آپ کا اپنا نہیں ہوتا۔

۶۔سب کچھ کھو دینے کے بعد اگر آپ میں کچھ حوصلہ ہے تو سمجھ لیں آپ نے ابھی کچھ نہیں کھویا۔

۷۔غلط فہمی نفرت سے نہیں، ملنساری، محبت، صلح اور دوسروں کا لحاظ کرنے سے دور ہوتی ہے۔

۸۔اتنا کھاؤ کہ جتنا ہضم کرسکو،اتنا پڑھو جتنا جذب کرسکو۔

۹۔کسی کے پانے کی تمنّا کرنے کے بجائے خود کو اس قابل بناؤ کہ لوگ تمھیں پانے کی تمنا کریں۔

۱۰۔ہمّت والوں کے پاس مقصد ہوتے ہیں اور عام آدمی کے پاس صرف خواہشات۔

غیبت و چغل خوری

مسلم معاشرے میں جو لوگ ایک دوسرے کی غیبت اور چغل خوری بہت زیادہ کرتے ہیں اس سے لوگوں کے دل ایک دوسرے سے متنفر ہو جاتے ہیں اور سلام و کلام بند ہو جاتا ہے مسلم سوسائٹی میں اس سے بڑا خلل اور انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔اس لئے رسول اللہ ﷺ نے غیبت اور چغلی، بہتان و الزام تراشی سے بہت سختی سے منع فرمایا ہے کہ غیبت مسلم معاشرے میں اور اسلامی سوسائٹی میں گھُن کی طرح اثر کرتا ہے۔

غیبت چغل خوری جیسی مذموم خصلت سے اللہ تعالی نے سختی سے منع فرمایا ہے چنانچہ سورۃ حجرات میں ارشاد فرمایا:۔

"ولا یغتب بعضکم بعضا أیحب احد کم ان

یاکل لحم أخیه میتاً فکرهتموه و االتقوا الله ان الله

توابٌ رحیم"(حجرات: آیت ۱۲)

ترجمہ۔ ''یعنی تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔تم اس و.راجانو گے تو اللہ سے ڈرو وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے۔''

۱) نبی اکرم ﷺ کا ایک بار مردار سڑے ہوئے بدبودار خچرّ کے پاس سے گزر ہوا تو صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

واللہ لیأکل أحد کم هذا حتی یملأ بطنه خیر من ان یأکل لحم مسلم۔

''ترجمہ۔''یعنی خدا کی قسم اس سڑے ہوئے بدبودار گوشت سے تمہارا پیٹ بھرنا کسی مسلمان بھائی کا گوشت کھانے سے بہتر ہے۔''

۲) دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا۔

"شر عباد الله المشاؤن بالنمیمة المفرقون بین الحبة"

اللہ کے سب سے برے بندے وہ ہیں
جو بہت زیادہ چغلی کرتے ہیں، اور دو
دوستوں میں جدائی کر دیتے ہیں۔

اعوذ باللہ کے فوائد

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

(میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے)

۱) اللہ پاک نے شیطان سے بچنے کے لئے عام طور پر بھی اور خاص طور پر قرآن شریف کی تلاوت کے وقت اس لئے حکم دیا ہے کہ۔

قرآن پڑھنا ان تمام وسوسوں کو دور کرتا ہے جو شیطان دل میں ڈالتا ہے۔اس لئے قرآن کریم کی تلاوت کو سینوں (دلوں) کی بیماریوں کی شفا کہا جاتا ہے۔اس لئے تلاوت قرآن سے پہلے اور ہر نماز میں دعا وثنا کے بعد اعوذ باللہ پڑھی جاتی ہے۔ جیسا کہ اعوذ باللہ کے ترجمہ میں تحریر کیا گیا ہے کہ شیطان سے اللہ کی پناہ مانگی جاتی ہے، اور جو اللہ پاک سے پناہ مانگتا ہے اس پر شیطان کا کوئی وار کیسے چل سکتا ہے۔

اس لئے اعوذ باللہ پڑھنا اپنے آپ کو شیطان کے ہر مکر وفریب ، وسوسہ، شک وشبہ وغیرہ کے ہر ایک جال اور شیطان کی ہر ایک چال سے بچانا ہے۔

۲) جب کوئی مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے یا نماز ادا کرتا ہے تو فرشتے اس کے نزدیک ہوتے ہیں۔

شیطان چونکہ فرشتوں کا مخالف ہے اور نماز میں ہونے کی حالت میں اور قرآن پاک کی تلاوت دونوں ہی اللہ پاک کی حضوری کے موقع ہیں۔اس لئے ضروری ہوا کہ اللہ پاک کے حضور میں حاضری کے وقت شیطان مردود کو اعوذ باللہ پڑھ کر دور کر دیا جائے۔

خلق کی برائی سے بچنے کے لئے۔

اعوذ بکلمات الله التآمات من شر ما خلق

(میں پناہ چاہتی ہوں حق تعالی کے کامل کلمات کی تمام مخلوق کی برائی سے)

قرض کے ادا ہونے اور فکر، پریشانی دور ہونے کیلئے۔ (کم سے کم تین بار اول وآخر درود شریف پڑھ کر)

اللھم انیّ اعوذ بك من الھم و الحزن و اعوذ بك من العجز و الکسل و اعوذ بك من الجبن و البخل و اعوذ بك من غلبة الدین و قھر الرجال ۔

(یا اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر سے غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں کم ہمتی اور سستی سے اور آپ کی پناہ چاہتی ہوں قرض کے گھیر لینے سے اور لوگوں کے دبا لینے سے)

برا خواب دیکھنے پر اس کے برے اثرات سے بچنے کے لئے۔

اعوذ باللہ من الشیطان و شر ھذہ الرؤیا ۔

(میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کی، شیطان سے اور اس خواب کی برائی سے)

اس اعوذ کو تین بار پڑھے اور بائیں طرف تین بار تھتکار دے اور کروٹ بدل لے کسی سے اس برے خواب کو بیان نہ کرے انشاء اللہ برے اثرات وثمرات سے بچے رہیں گے۔

اچانک چونکنے اور وحشت ہونے اور بے خوابی کے وقت سے بچنے کے لئے۔

اعوذ بکلمات الله التآمة من غضبه و عقابه و شر عباده و من ھمزات الشیاطین و ان یحضرون ۔

میں اللہ تعالیٰ کی پکی باتوں کے ذریعہ پناہ چاہتی ہوں ان کے غصہ اور عذاب سے اور مخلوق کی برائی سے شیطانوں کے شر سے اور ان کے اپنے پاس آنے سے۔(اس اعوذ کو ایک بار بھی پڑھنا کافی ہے)

وسوسہ اور وہم دور کرنے کے لئے۔

اعوذ باللہ من الشیطان امنت باللہ و رسولہ.

(میں اللہ کی پناہ چاہتی ہوں شیطان مردود سے میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر)

(اس اعوذ کو کم سے کم ۲۱ بار ورنہ ۱۰۱ بار پڑھنا چاہئے)

اس مختصر مضمون میں اور کیا لکھوں بس اتنا کہ اللہ ہم سب کو شیطان مردود کے ہر شر سے تا زندگی بچائے۔آمین

طوبی خاتون (مولوی اول)

مسجد کی تعمیر کرنے سے زیادہ اہم یہ ہے کہ مسجد والے افراد تیار کئے جائیں۔

منھ اور دانتوں کی باقاعدہ صفائی

منھ اور دانتوں کی باقاعدہ صفائی صحت کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ منھ اور دانت صاف نہ رکھنے سے بدبو آنے لگتی ہے۔ کھانا کھانے کے بعد روٹی کے ریزے یا گوشت کے ریشے منھ کے اندر رہ جاتے ہیں، جو اگر نہ نکالے جائیں تو سڑنے لگتے ہیں اور طرح طرح کی بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔ صبح اُٹھ کر ناشتے کے بعد، دوپہر کے کھانے اور شام کے کھانے کے بعد اچھی طرح کلی کرنا اور دانتوں کو صاف کرنا چاہیے۔ دانتوں کی صفائی مسواک یا برش سے کرنا چاہیے۔ منجن یا ٹوتھ پیسٹ اچھے قسم کا استعمال کرنا چاہیے۔ مسواک یا برش زیادہ سخت نہ ہوں اور انہیں سختی سے استعمال نہ کیا جائے مسواک یا برش کو اوپر سے نیچے یا نیچے سے اوپر ملنا چاہیے۔

نور عالم منشی II

ایمان

''ایمان لغت میں کسی کی بات کو کسی کے اعتماد پر یقینی طور سے مان لینے کا نام ہے اور دین کی خاص اصطلاح میں خبر رسول کو بغیر مشاہدہ کے رسول کے اعتماد پر یقینی طور سے مان لینے کا نام ایمان ہے''

اللہ رب العزت نے اس دنیا میں تمام مخلوقات میں سب سے بہتر انسان کو بنایا ہے انسانوں میں سب سے افضل وہ انسان جو ایمان والا ہو یعنی اللہ کی وحدانیت کا اقرار رسول ﷺ کی رسالت کا اقرار اور تمام وہ چیزیں جن پر خالق و مالک کی طرف سے ان پر ایمان لانے کو کہا گیا۔

اس دنیا کو اللہ تعالیٰ نے جب سے بنایا ہے اور اس دنیا کے خاتمے تک (قیامت قائم ہونے سے پہلے تک جو بھی انسان اس دنیا میں آچکے یا جو موجود ہیں یا آتے رہیں گے ان انسانوں میں اشرف المخلوقات اور افضلیت کے حقدار وہی انسان ہوں گے جو اللہ کو ایک جان کر اور مان کر ان کے تمام احکامات پر عمل پیرا ہوں گے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی آخر مان کر ان کے طریقوں پر اپنی زندگی گزار رہے ہوں گے، یعنی کلمہ طیبہ کو اپنی زبان سے ادا کر کے اور اس کی حقیقت کو پا کر کے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے طریقے پر اپنی زندگی گزار رہے ہوں گے۔

اس دنیا میں ہر ایک چیز کی حقیقت ہوتی ہے اور وہ حقیقت محنت اور مشقت کے ذریعہ حاصل کی جاتی ہے۔ ایمان کی حقیقت کو پانے کے لئے بھی ایک محنت ہے اس محنت کے ذریعہ سے اپنی ذات کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس کے ذریعہ سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ محنت کرنے والے کا قول و فعل ایک ہوتا ہے، مراد یہ ہے کہ جس کلمہ طیبہ کی ادائگی زبان سے ہوتی ہے اسی کے مطابق زندگی گزرتی ہے اور وہ تمام صفات پیدہ ہوتی ہیں جو ہمارے اندر موجود ہونی چاہیئے اور جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہیں۔

آج ہمارے اندر اس دنیائے فانی میں رہتے ہوئے ہر چیز کی فکر اور آپ کو پانے کی طلب اور اسکے لئے جد و جہد اور اپنا سب کچھ ختم کر کے اس کو حاصل کرنے کی چاہت ہوتی ہے۔ لیکن کیا کبھی ہم نے اس طرف بھی غور کیا ہے کہ اس ایمان کے ساتھ جو خدائے واحد کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے اسکو حاصل کرنے کے لئے اور اسکی حقیقت کو پانے کے لئے کبھی کوئی سعی یا جد و جہد ہے۔ جبکہ اصل چیز یہی ہے یہ دنیا اور آخرت دونوں میں کام آنے والی ہے۔

اللہ رب العزت نے حضور اکرم ﷺ کو جب نبوت کی باگڈور سونپی، تو آپ کو جو جو تعلیم اللہ تعالی کی طرف سے حاصل ہوتی رہی وہ آپ اپنے ماننے والوں کو پورا پورا پہنچاتے رہے۔ اور وہ تمام لوگ جو اللہ تعالی پر ایمان اور آپ ﷺ پر ایمان رکھتے تھے تعلیم سے فیض یاب ہوتے رہے۔

درخشاں حیات منشی ا

☆☆☆

کیا آپ جانتے ہیں؟

محمد احتشام ہشتم

ہندوستان میں سب سے بڑا پھاٹک کہاں ہے؟

واسکوڈیگاما کی موت کہاں ہوئی؟

مہاتما بدھ کی پیدائش کہاں ہوئی؟

ہندوستان میں سب سے لمبا پل کہاں ہے؟

دنیا کا سب سے ٹھنڈا مقام کہاں ہے؟

دنیا کا سب سے بڑا کنواں کہاں ہے؟

دنیا کی سب سے بڑی گھنٹی کہاں ہے؟

دنیا میں سب سے زیادہ سڑکیں کہاں ہیں؟

دنیا کا سب سے بڑا پارک کہاں ہے؟

دنیا میں سب سے زیادہ مسجدیں کہاں ہیں؟

مغل بادشاہ بابر کا مزار کہاں ہے؟

شہنشاہ اکبر کا مزار کہاں ہے؟

انسانی جسم میں پھیھڑوں کا کیا کام ہے؟

آریہ سماج کا بانی کون ہے؟

پاکستان ملک کب بنا؟

جواب: ۱) بلند دروازہ (فتح پور سیکری) ۲) کوچین ۳) کپل وستو ۴) ودیا ساگر پُل، ہگلی کلکتہ۔ ۵) کھویا لنک، روس ۶) سہرام ۷) ماسکو (روس) ۸) ریاست متحدہ امریکہ (USA) ۹) امریکہ ۱۰) ٹرکی ۱۱) سمرقند (روس) ۱۲) فتح پور سیکری ۱۳) آکسیزن دینا اور کاربن ڈائی آکسائڈ خارج کرنا۔ ۱۴) سوامی دیانند سرسوتی (1875ء) ۱۴) 1947ء

جیسا بویا ویسا کاٹو گے

ایمن جہاں مولوی اا

ایک صاحب کی شادی ہوئی لیکن کافی عرصہ تک کوئی اولاد نہیں ہوئی بڑی دعاؤں اور تمناؤں کے بعد اللہ تعالی نے ایک بیٹا عطا کیا، اسکو پڑھایا لکھایا اس کو ایک نیم سرکاری اسکول میں نوکری دلا دی بچے کی والدہ تو اللہ کو پیاری ہوگئی تھیں البتہ بچے کے دادا ابا حیات تھے جواب بڑے میاں ہو چکے تھے۔ اب گھر میں باپ بیٹے ہی رہتے تھے۔ بڑے ارمانوں کے ساتھ بیٹے کی شادی کر کے بہو صاحبہ کو گھر لائے، ایک سال کے بعد اللہ نے انکو ایک پوتا دیا جسکا نام احمد جمال رکھا۔ جمال بہت خوبصورت اور صحت مند تھا دادا کی تربیت میں اور نکھر کر آیا، خود ہی پوتے کو پڑھاتے تھے اور اسکا دل بھی بھلاتے تھے۔ صاحبزادے تو صبح ناشتہ کر کے جاتے تو واپس آنے میں شام ہو جاتی تھی۔ بڑے میاں اپنی بہو کے سسر بھی تھے اور ساس بھی اسکا خیال بھی رکھتے تھے اور اسکو نازیبا باتوں پر ٹوکتے بھی تھے، اور پردے کے متعلق بہت سخت تھے جو کسی بھی حال میں بہو کو منظور نہیں تھا، وہ بہو کو سمجھاتے کہ بیٹا پردہ دراصل عورت کی عزت ہے اور عورت پردے میں ہی محفوظ ہے۔ بے پردگی تمام فتنوں کی جڑ ہے۔ ایک دن ایک خونچے والا آواز لگاتا ہوا ادھر سے گزرا بہو بیگم اپنے سسر سے غافل دروازے پر بے پردہ آگئیں اور خونچے والے سے چاٹ خریدنے لگیں۔ بڑے میاں نے بہو کی یہ حرکت دیکھی اور غصہ ہوئے، پھر کیا تھا ادھر بڑے میاں اور ادھر بہو بیگم کوئی کسی سے کم نہیں آج بہو بیگم نے یہ ٹھان لی کہ یہ روز روز کی ٹوکا ٹوکی آج ختم ہو کر رہے گی۔ پھر کیا تھا بہو بیگم نے سارے زنانہ مکر استعمال کئے اور اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئیں۔ شام کو جب جناب واپس آئے تو کھانا بھی نہیں بنا تھا وجہ پوچھنے پر بہو بیگم کو موقع مل گیا اور اپنے سارے مکرو فریب استعمال کر کے بڑے میاں کی زیادتی کا یقین دلا کر ہی دم لیا۔ اور سختی سے کہا کہ اب اس گھر میں یا تو

میں رہوں گی یا بڑے میاں۔ میاں نے سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ آخر مجبور ہو کر ابا سے بات کی، بڑے میاں بڑے خوددار اور وضعدار آدمی تھے بولے "بیٹا تم کو تمہاری دلہن مبارک اور گھر میری طرف سے ہدیہ میرا اللہ مالک کہیں نہ کہیں تو ٹھکانا مل ہی جائے گا۔ بس میری ایک نصیحت سن لو! جمال کا خیال رکھنا اسکی تعلیم و تربیت میں کمی نہ کرنا۔ اللہ حافظ السلام علیکم۔۔

صاحبزادے حیرت میں تھے حلانکہ دل سے تو یہی چاہتے تھے مگر شرمندہ بھی تھے شرم دور کرنے کے لئے بیٹے جمال کو پکارا (جو سامنے کھڑا سارے تماشہ دیکھ کر بہت رنجیدہ اور فکر مند تھا) بیٹے دادا جان جا رہے ہیں سردی شروع ہو چکی ہے رات کو کیا اوڑھیں گے، ذرا دوڑ کر جاؤ اور نیا والا کمبل لا کر دادا جان کو دے دو۔ جمال اندر چلا گیا اور جیسے ہی نئے کمبل کو ہاتھ لگایا ماں جیسے انتظار میں تھیں فوراً نئے کمبل کو جمال سے چھین لیا اور اس کی جگہ پرانا اور بوسیدہ سا کمبل دیا کہا "یہ دے آؤ وہ نیا کمبل کیا کریں گے" بیچارہ جمال ماں کی محبت، دادا کا خیال، باپ کا حکم عجب کشمکش میں تھا پرانا کمبل لے کر دوڑا باپ نے دیکھ کر پوچھا، نیا کیوں نہیں لائے، جمال نے جواب دیا امی نے منع کر دیا۔ پھر جمال آواز دینے لگا دادا۔۔ دادا۔۔ بڑے میاں پوتے کی آواز سن کر کھڑے ہو گئے جمال نے پرانا کمبل زمین پر رکھ کر اس پر اپنا ایک پیر رکھ کر جو کھینچا تو کمبل جو بوسیدہ تھا دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ باپ چیختا ہوا دوڑا کمبخت یہ کیا کر دیا۔ کچھ نہیں ابا جان دو حصے کئے ہیں۔۔ ابے کیوں؟؟؟ ایک تو پرانا کمبل تھا اور پھر اسکے دو ٹکڑے کر دئے۔ ابا جان ایک حصہ اپنے پاس رکھوں گا۔۔ کیا کرے گا اپنے پاس رکھ کر۔ بڑا بے ادب ہے۔ ابا جان اگر اپنے پاس نہیں رکھونگا تو کل جب آپ کو نکالوں گا تو کیا دونگا۔ اس جملے سے باپ کی آنکھیں صاحبزادے نے کھول دیں دوڑ کر ابا کو منا کر لے آئے بیوی کو جو ڈانٹ پلائی کے حواس درست ہو گئے سارے نخرے درست ہو گئے۔ اس واقعہ سے نوجوان میاں بیوی یہ سبق لیں کہ ایک دن وہ بھی بوڑھے ہوں گے اگر وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کریں گے تو انکی اولاد بھی ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کریگی۔

(جیسے کو تیسا ملے گا)

ذلیل

سید سبیل حسنی
مدرس مدرسہ ہٰذا

رات کا دوسرا پہر ختم ہو چکا تھا چاند اپنی چاندنی کو پھیلانے میں کنجوسی سے قاصر تھا میں چاند کی طرف دیکھتا اور آنکھ بند کر لیتا مگر نیند کوسوں دور تھی گھر میں میری بیوی اور دو بچے بھی تھے جن کی عمر چار اور چھ سال کی تھی میں کبھی ان کی طرف دیکھتا اور پھر سوچ میں ڈوب جاتا آخر میں ہی تو تھا ان کی اس حالت کا ذمہ دار۔ کہ ایک وقت کی روٹی کا بھی نظم نہیں کر سکتا تھا۔ کیا کروں؟ اسی سوچ میں آدھی رات گزر گئی کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ آج کی رات کیا پچھلے چار سال کی ہر رات عموماً ایسی ہی گزارنی پڑتی تھی میں تو رات کو بھوکا سونے کا عادی ہو چکا تھا۔ مگر بچے۔۔؟؟؟۔ اب صرف دماغ میں ایک ہی سوال تھا صبح کیا ہوگا بچوں کو کیا کھلاؤں گا؟۔ محلّہ میں احمد میاں کی ایک ہی دکان تھی اس کے دروازے بھی ادھار زیادہ لینے کی وجہ سے میرے لئے بند ہو چکے تھے۔ بقیہ محلے والے بھی مجھے دیکھ کر منھ موڑ لیتے تھے کیا کروں کچھ سمجھ نہیں آیا۔ اچانک شوکت میاں کی یاد آئی شوکت میاں کی کوٹھی میرے گھر سے چند قدم کی دوری پر تھی میں نے ایک کپڑا لیا اور مدد کی غرض سے اپنے لڑکھڑاتے قدموں کو کوٹھی کی طرف جانے دیا۔ کوٹھی کے صدر دروازے پر جا کر قدم رکھتے ہوئے ڈر اور تکلف بھی مجھے اندر جانے سے نہ روک پائے۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا کوئی جواب نہ ملنے پر شوکت صاحب کو آواز دی۔ شوکت صاحب۔۔۔! شوکت صاحب۔۔۔! کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ آخر دروازہ کھلا اور تکبرانہ انداز سے پوچھا گیا کون ہے؟ اجی میں میں۔۔؟ کیا بات ہے اتنی رات کو کیا مجھے جان سے مارنے آئے ہو۔ ابھی سنتری کو بلاتا ہوں۔ نہیں نہیں شوکت صاحب میں۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے دراصل۔۔۔ میری آنکھوں میں آنسوں آنے کو بے تاب تھے انکو روکنے کی طاقت جٹا کر بولا شوکت صاحب میرے بچوں نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا اگر تھوڑا سا گیہوں یا چاول مل جاتا تو بہت مہربانی ہوتی اللہ آپ کو اس کا اچھا بدلہ دے

گا۔ ۔شوکت صاحب بڑبڑائے'' کیسے کیسے بھکاری چلے آتے ہیں نہ دن دیکھتے ہیں نہ رات بتاؤ اتنی رات میں چاول مانگنے چلے آئے میری نیند حرام کردی۔'' جاؤ ے پاس تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۔جاؤ بھاگو یہاں سے۔ان کی آواز سن کر سنتری بھی آ گیا اس نے مجھے زور سے پکڑا اور کوٹھی کے مین گیٹ کے باہر کر دیا۔ مین اپنی قسمت کو دھکہ کھاتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور شوکت صاحب کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ یہ شوکت صاحب، کیا تھا ان کے پاس؟ سوچتے سوچتے دس سال پہلے کا منظر میرے سامنے آ گیا میں ایک کپڑے کا تاجر تھا اللہ نے میرے کاروبار میں بہت برکت دی تھی احمد آباد اور سورت سے کپڑا میری دکان میں آتا تھا اور میں اکیلا پورے شہر کو کپڑا اسپلائی کرتا تھا۔کاروبار بہت اچھا چل رہا تھا کہ شوکت صاحب جو اس وقت صرف شوکت ہو کرتے تھے کے والد کا اچانک انتقال ہو گیا۔ گھر میں کہرام مچ گیا۔ میں ایک جزباتی آدمی تھا دوسروں کی خدمت کو اپنا فرض عین سمجھتا تھا، ان کا درد اپنے دل میں رکھ کر بند مٹھی سے مدد کرتا رہا۔

مگر۔۔۔۔ کچھ دنوں بعد شوکت کی والدہ (جن کی میں بہت عزت کرتا تھا) نے مجھے بلایا اور کہنے لگیں بیٹا تم تو جانتے ہو اس کے باپ کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کے سر پر کوئی ہاتھ رکھنے والا نہیں ہے تم کو اس کی مدد کرنی چاہئے ایسا کرو اس کو کوئی دکان ہی کھلوا دو۔ میں اس یتیم کو دیکھ کر جزباتی ہو گیا اور اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ میں نے اپنے کاروبار میں سے اچھی خاصی رقم نکال کر ان جناب کا کاروبار شروع کروا دیا۔ایک کرانے کی دوکان جو محلّہ میں اکیلی تھی خوب چلی اور دھیرے دھیرے کام آگے بڑھنے لگا اب تو ہول سیل کا کام بھی ہونے لگا۔ میں بھی کبھی کبھی اپنی دکان چھوڑ کر شوکت کے پاس جا کر دکان میں اس کی مدد کرنے لگا آخر میرے کاروبار پر کسی کی نظر لگی اور ایک دن بھیانک آگ نے میری دکان جلا کر راکھ کر دی ۔میں ابھی اسی بات کو سوچ رہا تھا کی کہیں قرب کی مسجد سے فجر کی اذان کی آواز سنائی دی میں اٹھا اور مسجد کی طرف چل دیا کہ آخر یہی وہ در ہے جہاں کوئی ذلیل نہیں ہوتا۔

اگر آپ انجینیر ہیں تو کیا یہ ضروری ہے کہ

قانونی مشورہ بھی آپ بہتر دے سکیں؟ اگر آپ شاعر ہیں تو کیا لازمی ہے کہ طبی مسائل میں بھی آپ کی رائے لی جائے؟ اگر آپ بیرسٹر ہیں تو کیا فرض ہے کہ فن بالغانی میں بھی آپ کے کمالات تسلیم کر لئے جائیں؟ اگر آپ ڈاکٹر ہیں تو یہ کہاں سے ہے کہ تجارتی معاملات میں بھی آپ بہترین مشیر سمجھے جائیں۔

غرض جب تک کسی فن کا باقاعدہ مطالعہ اس کے آداب وشرائط کے ساتھ آپ نے کسی استاذ کی شاگردی ونگرانی میں ایک مدت تک نہ کیا ہو۔ آپ کیوں کر اس فن کے جزئیات میں رائے زنی کر سکتے ہیں؟ خواہ آپ دوسرے فنون میں کیسی ہی قابلیت اور مہارت رکھتے ہوں۔ یہ کوئی دقیق مسئلہ اور غامض فلسفہ نہیں، ایک عام اور سادہ قاعدہ ہے جسے آپ روزمرہ زندگی کے ہر شعبہ میں برتتے رہتے ہیں، اور جب بھی اس کے خلاف راہ اختیار کرتا ہے تو آپ خود ہی اس پر ہنستے ہیں، کبھی تبسم کرتے ہیں کبھی قہقہے لگاتے ہیں۔ (مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)

تبدیلی قدرت کا اصول ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ہر چیز بدلتی ہے اور بدل رہی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ۔۔۔۔

ہمارے رسم و رواج بھی بدل گئے۔ کام کاج بدل گئے۔ کام کاج کرنے والے لوگ بدل گئے اور سبھی تبدیلیوں کو تبدیل کرنے والے انسان کو جنم دینے والی بھی بدل گئی۔ مطلب، اس دنیا کا ہی کچھ روپ بدل گیا اور کچھ بدل رہا ہے۔

آج تقریباً ہر دیش میں عورت کو برابری کے حقوق دیئے گئے ہیں اور عورت ان حقوق کا استعمال بھی کر رہی ہے مثلاً آج زندگی کا کوئی بھی ایسا پہلو نہیں رہا جس میں عورت اپنا حصہ نہ ڈال رہی ہو۔ سوئی سے جہاز تک، آکاش سے لیکر پاتال تک، زمین سے لیکر آسمان تک۔ ہر جگہ پر عورت کی حاضری کے دستخط ہیں۔

یہ تو ہیں لیاقت کی باتیں جو عورتوں نے حاصل کی ہیں مگر عام زندگی میں آج جب ہم عورتوں کو ماں، بہن، بیٹی، بہو، ساس، نند وغیرہ کے روپ میں دیکھتے ہیں تو جو ہم نے اوپر چمکتی تصویر دیکھی تھی وہ ان رشتوں میں آکر دھندلی سی محسوس ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو کیوں آج مشترکہ گھرانے ٹوٹ کر اکہرے گھرانے کو جنم دے رہے ہیں۔

غیبت و چغل خوری

ریشمہ بانو مولوی II

مسلم معاشرے میں جو لوگ ایک دوسرے کی غیبت اور چغل خوری بہت زیادہ کرتے ہیں اس سے لوگوں کے دل ایک دوسرے سے متنفر ہو جاتے ہیں اور اسلام و کلام بند ہو جاتا ہے مسلم سوسائٹی میں اس سے بڑا خلل اور انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے غیبت اور چغلی، بہتان و الزام تراشی سے بہت سختی سے منع فرمایا ہے کہ غیبت مسلم معاشرے میں اور اسلامی سوسائٹی میں گھن کی طرح اثر کرتا ہے۔

غیبت چغل خوری جیسی مذموم خصلت سے اللہ تعالی نے سختی سے منع فرمایا ہے چنانچہ سورۃ حجرات میں ارشاد فرمایا:۔

"ولا یغتب بعضکم بعضا أیحب احد کم ان یاکل لحم أخیه میتاً فکرهتموه واالتقوا الله ان الله تواب رحیم" (حجرات: آیت ۱۲)

ترجمہ۔ "یعنی تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ تم اس کو برا جانو گے تو اللہ سے ڈرو وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے۔"

۱) نبی اکرم ﷺ کا ایک بار مردار سڑے ہوئے بدبودار خچر کے پاس سے گزر ہوا تو صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

واللہ لیأکل أحد کم هذا حتی بملأبطنه خیر من ان یاکل لحم مسلم۔

"ترجمہ۔ "یعنی خدا کی قسم اس سڑے ہوئے بدبودار گوشت سے تمہارا پیٹ بھرنا کسی مسلمان بھائی کا گوشت کھانے سے بہتر ہے۔"

۲) دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا۔

"شر عباد الله المشاؤن بالنميمة المفرقون بين الحبة"

☆☆☆

ہمارے ابا

احمد عدیل
مدرس مدرسہ ہٰذا

مولوی احتشام عرف ببن مولوی صاحب

کہاں سے شروع کروں؟ آپکی شخصیت کے جس پہلو کو چھوتا ہوں ایک ٹیس کے ساتھ زخم کے ہرے ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے انتقال کو چار سال گزر گئے، سب غلط کہتے ہیں، لگتا ہے آپ تو آج بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ اپنی دی ہوئی نصیحتوں کی شکل میں، اپنے مفید مشوروں کی شکل میں اور اس سے بھی زیادہ ہماری رگوں میں دوڑتے لہو کے قطروں کی شکل میں، جو ہم لوگوں میں ''آپکے'' ہونے کی پہچان ہے۔

وہ میرے والد بھی تھے اور میرے لئے مشعلِ راہ بھی، میں ایک لمحہ کے لئے بھی آنکھیں بند کرلوں تو میری ساری زندگی میرے بچپن سے لے کر اب تک کے سارے منظر سامنے آجاتے ہیں۔ ہمیشہ وہ میری اس زندگی کے ہر لمحہ میں میرے ساتھ تھے اور اب بھی جب میں یہ مضمون لکھ رہا ہوں۔

میرے والد مرحوم جناب احتشام علی قصبہ محمد پور تھولینڈی میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کا یوم پیدائش ۱۸/جولائی ۱۹۲۲ء ہے، آپ کی ابتدائی تعلیم قصبہ تھولینڈی میں پرائمری اسکول میں ہوئی۔ تعلیم کا ثانوی مرحلہ کی تعلیم بچھراواں میں حاصل کی۔ آپکو درس و تدریس کا بے حد شوق تھا لیکن اس وقت بچھراواں میں ثانوی اسکول کے علاوہ اعلی تعلیم کا کوئی ادارہ نہیں تھا اس وجہ سے آپ اپنا تعلیمی سلسلہ آگے نہیں بڑھا سکے۔ آپ نے جب دیکھا گاؤں کے لوگوں کا تعلیمی رجحان کم ہے تو اس سلسلہ کو آگے بڑھانے کے لئے ایک مدرسہ جو ۱۹۲۳ء سے چل رہا تھا اور وہ ناگفتہ حال میں تھا، تو مولانا عبدالسلام صاحب کے مشورے سے اس مدرسے سے جڑ گئے۔ یہ مدرسہ ضیا الاسلام کے نام سے چل رہا تھا اور ضلع بورڈ سے منظور شدہ تھا۔ جو تین اساتذہ پر منحصر تھا جس میں مولوی احتشام

علی (والد محترم) جو صدر مدرس تھے اور حافظ لیاقت علی (کلو حافظ) و مولوی پیر علی صاحب تھے۔ ان دنوں ضلع بورڈ سے چالیس روپے سالانہ گرانٹ ملتی تھی، جو ان تینوں مدرسین میں تقسیم ہو جاتی تھی۔ مدرسہ میں کئی بار اتار چڑھاؤ بھی آئے معاشی حالت بھی خراب ہوئی مگر والد مرحوم نے مدرسے کو ٹوٹنے نہیں دیا، ایک موقع ایسا بھی آیا کہ معاشی حالات کی وجہ سے حافظ لیاقت علی نے بچھراواں میں نوکری کر لی اور مولوی پیر علی نے بھی مدرسے کا ساتھ چھوڑ کر اپنا ذاتی کاروبار کر لیا لیکن والد مرحوم مدرسہ سے جڑے رہے۔ درجہ ایک سے پانچ تک کی تعلیم وہ اکیلے ہی دیتے رہے۔ بعد ازاں مولانا عبدالسلام صاحب کے مشورے سے مدرسے کی آمدنی کے لئے چٹکی فنڈ قائم کیا گیا۔ جس کی وصول یابی کے لئے درجہ پانچ کے تین طالب علم گاؤں کے ہر مسلمان کے دروازے جاتے تھے اور جو کچھ (آٹا، دال، چاول) ملتا تھا اسے اسکول میں جمع کر دیتے تھے، اس فنڈ سے مدرسے کی معاشی حالت کچھ صحیح ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد دونوں اساتذہ واپس آ گئے اور ایک نئے استاد جناب احمد علی نے بھی مدرسے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ اس طرح چار اساتذہ ہو گئے جس سے مدرسہ کا تعلیمی نظام کچھ بہتر ہوا۔ مولانا عبدالسلام صاحب کے انتقال کے بعد مولانا نجم الدین صاحب کی نگرانی میں مدرسہ کو بڑھا کر عربی فارسی بورڈ سے منظوری لی گئی نیز تین کمرے بھی تعمیر ہوئے۔ عمر کے لحاظ سے ابا کی صحت خراب ہونے لگی تو مدرسے کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے۔ ابا نے تقریباً پچپن یا ساٹھ سال تک مدرسے کی خدمت کی، گاؤں و قرب و جوار کے لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا آپ کے شاگردوں میں پروفیسر محمد سالم قدوائی (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)، منصور احمد، فرید احمد (دونوں جامعہ ملیہ اسلامیہ) محمد عاصم قدوائی و محمد اسلم قدوائی، محمد عامر قدوائی۔ (دلی پبلک اسکول کویت) ہیں۔

مدرسہ سے سبکدوش ہونے کے بعد ابا حضور ۱۵ یا ۱۶ سال گھر پر رہے۔ بیماری کی وجہ سے کمزوری بڑھتی گئی آخر کار (۲ اکتوبر ۲۰۰۸ء) عید کے دن داعی اجل کو لبیک کہا۔ میں کبھی کبھی سوچتا تھا ابا پڑھے لکھے تھے مگر وہ اس مدرسے سے

ہی کیوں جڑے رہے۔ آپ چاہتے تو اچھی نوکری مل سکتی تھی، لیکن آپ نے اپنی ساری زندگی اس مدرسے کو وقف کردی آپ کے جنازے میں میں نے جب لوگوں کے ہجوم کو دیکھا تو سمجھ میں آیا کہ آپ نے کیا کمایا آپ کے شاگردوں کو جب آپ کے انتقال کا علم ہوا تو جو جہاں تھا وہیں سے جنازے میں شرکت کے لئے چل دیا۔ ابا جی آج ہمارے درمیان میں نہیں ہیں لیکن آپ کے شاگرد برابر ہمارے گھر آتے رہتے ہیں اور ہم لوگوں سے ملتے رہتے ہیں۔

میرے اوپر ایک ایسا وقت بھی گزرا کہ میں مایوسی کی وادی میں گم ہو گیا تھا، میں بار بار خود سے پوچھتا تھا کہ آخر میرے ابّا ہی کیوں؟ لیکن میں آپ کے مفید مشوروں کا شکر گزار ہوں کہ اس کی روشنی میں آکر میں نے دیکھ لیا کہ میں اکیلا نہیں ہوں سب نے اپنے سرپرستوں کو کھویا ہے۔ کیسے مان لوں کہ آپ نہیں ہیں (آپ تو ہمارے خیالوں کے آس پاس ہی ہیں) ہمارے غلط فیصلوں کے وقت ہمارے کانوں میں سرگوشیاں کرتے ہوئے، ہمیں محسوس ہوتے ہیں۔

احمد عدیل

गीत

थुलेण्डी की इस डगर पे
बच्चों दिखाओ चलके,
रखना है इस ग्राम का
नक्शा हमें बदल के।
थुलेण्डी की इस डगर पे

....

इन्सानियत के सर पे
राहत का ताज रखना,
थुलेण्डी को साफ रखकर
गाँव की लाज रखना,
यह काम तो कठिन है
करना संभल–संभल के।
थुलेण्डी की इस डगर पे
छिलके फलों के हरगिज़
फेको न रास्तो पर,
लोगों से कह दो करना
एहसान दूसरो पर,
गिर जायेंगे फिसल के।
थुलेण्डी की इस डगर पे

....

चारों तरफ हमारे फेली जो गन्दगी है दुश्वार,
कितनी उससे अपनी ही जिन्दगी है
देखेंगे जब दशा यह
कोसेंगे लोग कल के।
थुलेण्डी की इस डगर पे
चारों तरफ गाँव में
पौधे लगाते रहना,
सौन्दर्य इस गाँव का
बस यूँ ही बढ़ाते रहना,
इस अमल के।
थुलेण्डी की इस डगर पे

....

दिलशाद हुसैन

मौलाना नजमुद्दीन क़िदवाई मरहूम

मौलाना अब्दुस्सलाम क़िदवाई मरहूम

राहनुमा 2013

मदरसा के असातज़ा व तलबा की जानिब से अहले वतन को एक अदबी तोहफा

सन्देश

मदरसा सलाम ओरियण्टल कालेज थुलेण्डी रायबरेली की वार्षिक पत्रिका ''राह नुमा'' के संयुक्त प्रकाशन पर खुशी महसूस कर रहा हूँ। अक्सर समय व स्रोत की कमी के कारण वार्षिक पत्रिका के प्रकाशन में कुछ दुश्वारियाँ पैदा हुई लेकिन अब पत्रिका प्रकाशन के लिए तैयार है। इसमें प्रकाशित रचनाएं छात्र/छात्राओं के सर्वांगीण विकास, अनुशासन, संयम, कर्तव्यपरायणता, राष्ट्रीय एकता व अखण्डता के गौरवशाली भावबोध तथा देशप्रेम की भावनाओं को विकसित करने में सहायक सिद्ध होगी –ऐसी मुझे उम्मीद है।

किसी भी संस्था की पत्रिका उस संस्था का दर्पण होती है, जिसमें उसकी समस्त गतिविधियाँ प्रतिबिम्बित होती हैं। पत्रिका में प्रकाशित रचनाएं छात्र/छात्राओं की कल्पनाशीलता तथा लेखन–प्रतिभा को उजागर करती हैं। भूमण्डलीकरण के इस युग मे उच्च शिक्षा का दायित्व युवा पीढ़ी के लिए और बढ़ गया है। युवा शक्ति का प्रभावशाली उपयोग राष्ट्र की प्रगति एवं समृद्धि में सहायक होता है। राष्ट्र निर्माण की दिशा में छात्राओं–महिलाओ के विकास को पर्याप्त अवसर देना और उन्हे प्रोत्साहित करना वर्तमान समय की मांग है। मेरा आह्वाहन है कि छात्राएं उच्च शिक्षा के वास्तविक लक्ष्य को प्राप्त कर आत्मनिर्भर बनें। आज आवश्यकता है कि छात्राएं परम्परागत शिक्षा के साथ–साथ व्यावसायिक शिक्षा की ओर अभिप्रेरित हों, जिससे कि वे स्वावलम्बी बनकर समाज में अपना स्थान बना सकें। हम शिक्षकों का दायित्व है कि सदैव अपने कर्तव्य के प्रति जागरूक रहें और पूरी निष्ठा और ईमानदारी से उसका निर्वाहन करें।

मदरसा सलाम ओरियण्टल कालेज थुलेण्डी रायबरेली की वार्षिक पत्रिका ''राह नुमा'' के संयुक्त प्रकाशन अवसर पर एक बार सब ही उर्दू दाँ हज़रात के लिए फिक्र करने का लम्हा है कि हम आज के दौर में अपनी जबान उर्दू के लिए क्या कर रहे हैं। हम सब उर्दू से मोहब्बत का दावा तो करते हैं लेकिन हम अमली तौर पर पीछे रह जाते हैं। अगर हम थोडी मेहनत व कोशिश से काम लें तो हम अपनी जबान उर्दू को काफ़ी तक़वियत पहुंचा कर इसका मुक़ाम बुलन्द कर सकते हैं और आने वाली नस्लों के लिए उर्दू को एक ज़िन्दा ज़बान के रूप में बतौर वरसा छोड सकते हैं।

''राह नुमा'' प्रकाशन के मौक़े पर समस्त शिक्षकों, कर्मचारियों एवं छात्रों को बधाई देता हूँ, उनके उज्जवल भविष्य की कामना करता हूँ, वे स्वस्थ रहें, विकास के पथ पर अग्रसर रहें, उनके जीवन के सपने साकार हों। मुझे उम्मीद है कि एक लम्बे इन्तज़ार के बाद ''राह नुमा'' छात्रों के साथ–साथ समाज के अन्य वर्गों के छात्रों का भी ध्यान आकर्षित करेगा।

अहमद मुजीब
प्रधानाचार्य

मदरसा सलाम ओरियन्टल कॉलेज

मोहम्मदपुर, थुलेण्डी, रायबरेली का एक परिचय

डॉ0 मोहम्मद मुस्लिम क़िदवाई (मैनेजर)

लखनऊ से लगभग पचपन किलोमीटर दूर ज़िला रायबरेली की तहसील महाराजगंज एक पिछड़ा हुआ इलाका है। बछरावाँ स्टेशन से केवल 5 किलोमीटर की दूरी पर एक स्थान "मोहम्मदपुर थुलेड़ी" है। यह क्षेत्र अत्यन्त प्रसिद्ध है इसका वर्णन तारीख़-ए-अवध में भी मिलता है। मोहम्मदपुर थुलेड़ी मुसलमानों की प्राचीन संस्कृति की यादगार है। शाही काल में इस क्षेत्र का महत्व अधिक था और पाँच सौ सिपाही हर समय छावनी डाले पड़े रहते थे परन्तु समय की विपत्ति से ही शाही व्यवथा समाप्त हुई। उक्त मोहम्मदपुर थुलेण्डी में सिपाही मोहल्ले के नाम से एक उजाड़ मोहल्ला अभी तक अपने शुभ दिन की याद दिला रहा है। यूँ तो इस क्षेत्र में पांच मस्जिदें और कई शिवालय है। परन्तु एक बड़ी और प्राचीन मस्जिद जो आबादी के मध्य में स्थापित है इसके बारे में यह युक्ति है कि श्रीमान सैय्यद सालार मसऊद गाज़ी रह0 इसी मस्जिद में रूके थे। बाद में अपने धार्मिक योद्धाओं के साथ सतरूख जिला बाराबंकी की ओर चले गये। तथा अन्य विजयों में व्यस्त हो गये, इस प्रकार से यह क्षेत्र और मस्जिद एतिहासिक हो ग़यी है।

इस क्षेत्र में शिक्षित मुसलमानों के जो कुल आबाद थे, इसमें से एक कुल मौलाना अब्दुस्सलाम क़िदवाई रह0 का था। मौलाना ने शिक्षा नदवत उल उलमा (नदवा कॉलेज) लखनऊ से प्राप्त की। इनके प्रसिद्ध साथियों और सहपाठियों में मौलाना अब्दुल हसन नदवी, मौलाना अब्दुल गफ़्फ़ार नदवी नगरामी, रईस अहमद जाफरी, शकीउद्दीन नय्यर, मोहम्मद तय्यब, हाफिज़ फैय्याज़, मौलवी अब्दुल रज़्ज़ाक आदि विशेष हैं। (सौभाग्य से मौलाना लेखक के पिता थे।

पिता जी शिक्षा प्राप्त करने के बाद नदवा कॉलेज में शिक्षक के रूप में कार्य करते रहे। उसी समय उन नौजवानों के लिये जो धार्मिक शिक्षा विशेष कर कुरआन की शिक्षा के लिये बेचैन रहते थे। उनके लिये शहर के मध्य क्षेत्र अमीनाबाद में तालीमात-ए-इस्लाम के नाम से एक संस्था की स्थापना की जिसमें हज़ारों नौजवानों, सरकारी कर्मचारी और उच्च पदाधिकारियों ने धार्मिक शिक्षा को प्राप्त की और सैकड़ों लोग अरबी भाषा से भलि-भाँति परिचित हो गये इस प्रकार यह संस्था काफी लम्बे समय तक अच्छा कार्य करती रही, भारत के विभाजन के उपरान्त यह संस्था बन्द हो गयी। इसके बाद मौलाना जामिया मिल्लिया इस्लामिया, नई दिल्ली में दीनयात विभाग के विभागाध्यक्ष के पद पर आसीन हुए। सेवानिवृत्ति

के बाद हिन्दुस्तान के प्रसिद्ध और विश्वसनीय संस्थान "दारुल मुसन्नेफीन" से जुड़े रहे इसके आलावा "मआरिफ" जैस शैक्षिक एवं साहित्यिक मासिक पत्रिका के सम्पादक भी रहे। अन्तिम समय में नदवा कॉलेज लखनऊ के नाज़िम-ए-तालिमात शिक्षा के संस्थापक भी रहे। थुलेड़ी क्षेत्र वास्तव में दलितों के अधिक संख्या वाला क्षेत्र है। इस पूरी तहसील में केवल इसी कस्बे (क्षेत्र थुलेड़ी) में मुसलमानों की संख्या अधिक है जबकि आस-पास के दूसरे क्षेत्र में इनकी संख्या स्थिर है और जो है भी वह अपनी संस्कृति व सभ्यता से दूर होते चले जा रहे हैं यहाँ तक कि दूसर धर्म का प्रभाव इन पर पड़ने लगा है। पिता जी यह सब देखकर कुढ़ते थे। इन्हें अपने क्षेत्र के युवाओं की शिक्षा सदाचार, धार्मिक व्यवहार आदि की बहुत चिंता रहती थी। वह आपसी भाईचारा, मेल-मिलाप आदि को बनाये रखने के लिये बहुत चिंचित थे। कस्बे में प्राचीन काल के मदरसे "मदरसा ज़ियाउल उलूम" जो मोहम्मद इस्माइल अल्वी के घर के बाहर चबूतरे पर लगभग मध्य शताब्दी से स्थापित था। मौलवी इस्माइल सा० की देख-रेख में उस क्षेत्र मे उस समय की शिक्षा की आवश्यकताओं को पूरा कर रहा था। एक शिक्षक के रूप में स्वर्गीय मौलवी एहतिशाम हुसैन उपनाम बब्बन मौलवी साहब शिक्षक थे। यह संस्था पिता जी के देख-रेख में चलता रहा। लखनऊ, दिल्ली और अज़मगढ़ में व्यस्त रहने के साथ-साथ वह इस मदरसे की देख-रेख शान्ति से करते थे। इनके अलावा वह देश के अनगिनत बच्चों को शिक्षा का उत्तरदायित्व पिता जी ने अपने सर ले रखी थीं। जिसे वह बड़ी ऊँचाई तक पहुँचाने में सफल रहे। यह लोग अपनी शिक्षा पूरी करने के बाद इस समय देश-विदेश में शिक्षा व साहित्यिक सेवा करने में व्यस्त हैं।

पिता जी आज़मगढ़ से रमज़ान के अन्तिम दिनों में अपने देश मोहम्मदपुर थुलेडी ईद का पर्व मनाने के लिये आ रहे थे परन्तु भगवान की मंशा में किसी का दख़ल नहीं है। थुलेड़ी आने के तीसरे या चौथे दिन ब्रेन हैमरेज हुआ 4 अगस्त 1979 ई० को ईद से एक दिन पूर्व जुमे की अज़ान के समय वह अपने ईश्वर से जा मिले (इन्ना लिल्लहि व इन्ना इलैहि राजिऊन) इनके अचानक देहान्त के बाद इनके अन्तिम दर्शन के लिये बहुत अधिक संख्या में लोग उमड़ पड़े। दूसरे दिन ईद की नमाज़ के बाद मौलाना अबुल हसन नदवी (जो इनके साथियों में से थे) नमाज़े जनाज़ह पढ़ाई, नमाज़ के बाद कफ़न हटाकर देखा, माथे को चूमा, और कहा 'अप इतने बड़े ज्ञानी (विद्वान) थे मुझे ज्ञात नहीं था। यद्यपि मौलाना को देहानत एक ज्ञानी की मृत्यु थी। पिता जी की मृत्यु के बाद वाली सुबह बहुत हीं महत्वपूर्ण एवं अजीब थी! जब गाँव की मस्जिद में जहाँ पिता जी के पुत्र अक्सर घनिष्ट सगे-सम्बन्धी मित्र, छात्र आदि के अलावा इस क्षेत्र के लोग उपस्थित थे। फ़ज़िर की नमाज़ के बाद बीच की सफ में से एक विद्वान और मौलाना के पुत्रों और विशेषकर पिता जी के फुफी ज़ाद भाई, हमारे चचा मौलाना नजमुद्दीन क़िदवाई थे। श्रीमान शाकिर सा० कुछ कहते और जोश में आ कर चुप हो जाते। इनकी हिचकियाँ बंधी हुई थीं और आवाज़ दर्द डूबी में हुई थी इनकी बात-चीत का परिणाम यह था कि "हमारे गाँव का मसीहा चला गया, हमारे दर्द-दुख में पहुँचने वाला हमें अकेला छोड़ गया। अब कौन हमारी

समस्याओं को सुलझाइगा; अब कौन हमारा हाल-चाल पूछेगा; हमारे बच्चों की शिक्षा की चिन्ता कौन करेगा, कौन धार्मिक विपत्ति, हिन्दुओं और मुसलमानों के बीमारों को देखने और मृतक लोगों के यहाँ शोक दिलासा (सांतवना) देगा। हम (थुलेंडी के निवासी) इनके सच्चे तथा विद्या प्रेमी और उत्तराधिकारी विशेषकार श्रीमान नजमुद्दीन से विनती करते हैं कि आप अब सेवानिवृत्त (रिटायर) हो चुके हैं। लखनऊ के अलावा थुलेड़ी को ही अपना निवास स्थान बनायें। हमारी सहायता करें तथा मौलाना के कार्यों को और आगे बढ़ायें।

शाकिर सा0 के ह्दय से निकली हुई यह आवाज़ सत्य में देहाती भाषा में गद्य में एक शोक काव्य था जिसे सुनकर वहाँ पर उपस्थित सभी लोगों की आँखों से आँसू बहने लगे। वह लोग शोक में व्यस्त होने के बाद भी शाकिर सा0 की बातों का समर्थन कर रहे थे। इसके बाद एक के बाद एक कई लोग खड़े हो गये। इन लोगों में शहीद डॉ0 मुशीरुल हक़ सा0 (भूतपूर्व कुलपति कश्मीर विश्व विद्यालय) वसीम अख्तर, मौलवी एहतिशाम अली और मोहम्मद इलियास सा0 जैसे व्यक्ति विशेषकार के पात्र है। इन सभी लोगों ने शाकिर सा0 की हाँ में हाँ मिलाई। अन्त में हमारे चचा नजमुद्दीन क़िदवाई सा0 खड़े हुए। मौलाना बहुत ही विशिष्ट एवं सज्जन व्यक्ति शिक्षामित्र एंव विद्वान थे पिता जी के देहान्त के बाद बहुत ही शोक में डूबे हुए थे। इसलिये इससे अधिक और कुछ भी नहीं कह सके! "यद्यपि आप लोगों ने साथ दिया तो मैं प्रयत्न करके इस उद्देश्य एवं कार्य को आगे बढ़ाऊंगा।" उक्त बातों को कुछ विशिष्ट लोगों ने मौलाना अली मियाँ को पहले से ही सूचित कर दिया था। तद्फीन करने के बाद इन्होंने एक संक्षिप्त व्याख्यान दिया और इस मंशा अर्थात् उद्देश्य की चर्चा की कि मौलाना अब्दुलस्सलाम क़िदवाई नदवी शिक्षा के प्रति उच्च योगदान को याद रखने लिये एक संस्था की स्थापना की जाये; इनकी शिक्षाओं और उद्देश्यों को प्रचलित किया जाये। इसका परिणाम यह हुआ कि मौलाना अली मियाँ के ही संरक्षण में मौलाना अब्दुस्सलाम क़िदवाई नदवी मेमोरियल सोसायटी की स्थापना की गई। जिसके बाद में रजिस्टर्ड भी करा लिया गया। चचा जान यद्यपि एक अच्छे अनुभवी लेक्चरर और विद्या प्रेमी थे। इसलिये इन्होंने विद्वान लोगों के परामर्श से सोसाइटी में अनुभवी, योग्य, शिक्षित तथा सज्जन लोगों को सम्मिलित किया। जिनमें श्रीमान सैय्यद वसीम अख्तर सा0, श्री अताउल्लाह खाँ सा0, श्री मोहम्मद इलियास (शब्बन) डॉ0 मसऊदुल हसन क़िदवाई और हाफिज़ अब्दुल रहमान का वर्णन बहुत ही महत्वपूर्ण है। इसके बाद इन लोगों के परामर्श से और दान से मस्जिद के सामने एक बड़ी सी भूमि पर 'मदरसा सलाम ओरिएण्टल कॉलेज की स्थापना की गयी।

जैसा कि ऊपर वर्णन किया जा चुका है कि इस क्षेत्र में चालीस-पचास वर्षों का पुराना मदरसा "मदरसा ज़ियाउल इस्लाम" चल रहा था। सोसायटी ने इसकी शिक्षा व्यवस्था का अधिकार अपने समक्ष कर लिया तथा इसे सोसायटी में मिला लिया। इसमें धार्मिक शिक्षा, कुरआन की शिक्षा को विशेष व्यवस्था के साथ वर्तमान समय की शिक्षा को पाठयक्रम में सम्मलित करके कक्षा एक (1) से सातवें (8) तक सरकारी पाठयक्रम के अनुसार शिक्षा प्रदान

की व्यवस्था की। इसके साथ ही साथ यह भी एक महत्वपूर्ण कार्य किया कि अत्यन्त कठिनाई एवं दौड़-धूप के बाद मदरसा सलाम ओरिएण्टल की मान्यता इलाहाबाद से करवा लीं। इसे मान्यता मिलने से कॉलेज के विद्यार्थियों को यह लाभ हुआ कि उन्हें अपने ही विद्यालय से हाई स्कूल आदि की पीरक्षा में सम्मिलित होने में आसानी हो गयी।

मौलाना नजमुद्दीन अर्थात् चचा जान शवास के रोगी थे। धीरे-धीरे उनका स्वास्थ्य बिगड़ने लगा और 3 मई 1995 ई0 को वह भी अपने ईश्वर के पास चले गये अर्थात् देहानत हो गया (इन्ना लिल्लाहि व इन्ना इलैहि राजिऊन)

क्षेत्र के लोग तथा इस सोसायटी के लोगों ने इस कमी को पूर्ण करने के लिय मौलाना अब्दुस्सलाम क़िदवाई के दामाद डॉ0 बिलाल अहमद को कमेटी का अध्यक्ष और मौलाना अलाउद्दीन मंसूरी नदवी को जो इसी क्षेत्र के निवासी थे सहायक अध्यक्ष के पद पर तथा लेखक को सेक्रेट्री को पद पर आसीन किया गया।

जैसा कि ऊपर लिखा जा चुका है थुलेड़ी वास्तव में दलितों की आबादी वाला क्षेत्र है। यहाँ पर आवश्यकता इस बात की भी थी कि इनके बच्चों के शिक्षा की व्यवस्था की जाये। अल्हमदुलिल्लाह हमारी कमेटी के लोगों ने इस बात का भी ध्यान रखा और सोसाइटी के नियम में भी बदलाव करने की व्यवस्था की गयी है। इसकी सेवाओं को और अधिक बढ़ाने के लिये मदरसा के नाम में "कालेज" शब्द सम्मिलित किया गया इसलिये कॉलेज शब्द को सेक्युलर होने को भी चिन्हित करता है। यहाँ पर गर्व करने की बात यह है कि हमारे संस्था में इस क्षेत्र में रहने वाले सभी वर्ग के लोगों के बच्चे शिक्षा ग्रहण करने के लिय आते हैं। लोगों को यहाँ का भाईचारा, आपसी मेल-मिलाप बहुत अच्छा लगता है। यह बच्चे यद्यपि एक तरफ संस्कृत पढ़ते हैं तो दूसरी तरफ उर्दू, अरबी, फारसी भी सीखते हैं। इसके अलावा वह एक दूसरे के धर्म के बारे में जानकारी प्राप्त करना चाहते हैं इस संस्था में शिक्षा के साथ-साथ धार्मिक एवं सांस्कृत कार्यक्रमों का आयोजन अन्य संस्थाओं की तुलना में अच्छे ढंग से होता है जो कि अत्यन्त लाभदायक है। अन्त में यह शुभ समाचार भी सुनाना आवश्यक है कि संस्था अर्थात् "मदरसा सलाम ओरियन्टल कॉलेज" लम्बे समय तक लोगों की मद्द से चलता रहा परन्तु ईश्वर की कृपा से कुछ वर्ष पूर्व "अरबी फारसी बोर्ड ने इस मदरसे को धन की सहायता के लिये मान्यता प्रदान कर दी है। अब गुरूओं का वेतन सरकारी खज़ाने से आता है परन्तु कॉलेज की अन्य आश्वयकताओं जैसे-भवनों के निर्माण, प्लास्टर, फर्श, फर्नीचर और मरम्मत के लिये सज्जन पुरूष इस ओर ध्यान दे सकते हैं। वास्तव में यह क्षेत्र कार्य करने का है इसमें अधिक से अधिक भाग लेने की आवश्यकता है। हम ईश्वर से प्रार्थना करते हैं हमें इस पुण्य कार्य को करने के योग्य बनाये तथा सोसायटी एवं संस्था को दिन-प्रति नई दिशा में ले जाने का सामर्थ दें........

(आमीन)

अब थोड़ा हँस लीजिए

रतन– तुम्हारी गाड़ी का नाम क्या है?

सुरेन्द्र– मै नाम भूल रहा हूँ, लेकिन वह टी से स्टार्ट होती है।

रतन– कमाल की गाड़ी है, टी से स्टार्ट होती है। हमारी गाड़ी तो पेट्रोल से स्टार्ट होती है।

❑❑❑

पुत्र– पिताजी, आपने मुझसे कहा था न कि अगर मै पास हो गया तो आप मुझे पाँच हज़ार रूपये इनाम देगे।

पिता–हाँ, कहा था।

पुत्र– तो आपके लिए खुशखबरी है, आपके पाँच हज़ार बच गये।

❑❑❑

एक शराबी बस में जाकर सीट पर बैठ गया। साथ बैठी सवारी ने चिढ़कर कहा– तुम जहन्नुम के रास्ते पर जा रहे हो।

शराबी ने कहा– अरे भाई बस रोकना, मै ग़लत बस में बैठ गया हूँ।

❑❑❑

पापा– सड़क पर सावधानी से चला करो, बेटा! कहीं कोई कार या बस ऊपर से न निकल जाए।

बेटा– चिंता न करो पापा। मेरे ऊपर से तो हवाई जहाज भी निकल जाता है। पर मुझे कुछ नहीं होता।

❑❑❑

नर्स– मुबारक हो, आप के घर बेटा पैदा हुआ है।

संता– अरे वाह, क्या टेक्नोलाजी है, बीवी मेरी अस्पताल में और बेटा मेरे घर पैदा हुआ है।

❑❑❑

क्या आप जानते हैं?

(1) खजाना– मस्तिश्क एक ऐसा खजाना है जहाँ 10,000 विभिन्न गन्धा, 1,50,000 विभिन्न स्मृतियाँ 50,000 विभिन्न रंग इत्यादि सुरक्षित रखे जा सकते है।

(2) त्वचा– हम अपने जीवनकाल में लगभग 10–20 किलोग्राम त्वचा देते है।

(3) पाइथन– पाइथन अजगर 80–100 किलोग्राम वनज के भालू को खा सकता है।

(4) शिकारी मेढक– लिपोपर्ड मेढक पानी में से छलांग लगाकर उड़ती चिड़िया का शिकार कर सकता है।

(5) समुद्री खरगोश– समुद्री खरगोश प्रतिदिन प्रतिदिन औसतन 40 लाख अण्डे देता है।

(6) अद्‌भुत मछली– 'गरनार्ड' मछली में तैर सकती है, हवा में उड सकती है और जमीन में चल सकती है।

(7) छोटा फूल– आर्टिलरी नाम के पौधों पर लगने वाले फूल का व्यास 0.3 मिमी0 होता है।

(8) बड़ा फूल– रैफ्लेषिया पौधे के फूल का व्यास 90 सेमी0 होता है।

(9) गुलाब ही गुलाब– दुनिया भर में गुलाब की लगभग 'आठ हजार' किस्में उगाई जाती है।

راہ نما

होगा वही जो खुदा चाहेगा:

एक बच्चे को इल्म हासिल का शौक हुआ जिस जगह वह रहता था वहाँ कोई बेहतर मदरसा न था, बच्चे के वालिद का इन्तिक़ाल हो चुका था। एक बार उसने अपनी माँ से इल्म हासिल करने की ख़्वाहिश जाहिर की और अर्ज किया कि अम्माजान मुझे इल्म हासिल करने की इजाजत दीजिए क्योंकि बे पढ़े इन्सान जाहिल कहलाता है। उसकी कोई इज़्ज़त नही होतीं वह अंधों की तरह होता है उसको दुनिया की खबर होती है, न दीन की। जिहालत एक तरह की मौत है। एक तरह का अन्धेरा है। इल्म रौशनी है, इल्म जिन्दगी है, इल्म के बगैर इबादत भी ठीक नहीं होती।

वालदह बहुत नेक थीं। बच्चे की बात सुनकर और उसके अन्दर इल्म का शौक देख कर तैयार हो गयीं। उनके पास 40 अशरफियों की कुल पूँजी थी। उस ज़माने में रेल, मोटर, हवाई जहाज़ न थे। लोग ऊँटों पर, घोड़ों पर या पैदल सफर करते थे। सफर में चोर और डाकुओं का खतरा भी रहता था। इसलिए बहुत से आदमी मिल कर सफ़र करते थे। एक काफिला बगदाद जा रहा था। ये बच्चा भी इस काफिले के साथ हो लिया। सामान सफर तैयार करते वक्त उसकी माँ ने अशरफियाँ आस्तीन की बगल में सिल दीं और रूख़्सत करते वक्त नसीहत फरमाई कि बेटा झूठ कभी न बोलना। सफर लम्बा था, एक रोज़ क़ाफ़िला एक पहाड़ के पास से गुज़र रहा था कि डाकुओं ने हमला कर दिया और सारे क़ाफ़िले वालों का समान लूट लिया।

सामान लूटता देखकर बच्चे ने सोचा कि अगर डाकू मुझसे पूछेंगे तो सच-सच बताऊँगा। इसलिये कि होगा वही जो खुदा चाहेगा। इतना सोचना था कि लड़के की घबराहट दूर हो गयी। इतनी देर में दो डाकू दौड़ते हुए लड़के के पास पहुँचे। उनसे एक ने लड़के का हथा पकड़ कर पूछा कि तेरे पास क्या है? लड़के ने निडर और बेख़ौफ होकर बड़े इत्मिनान से जवाब दिया 40 अशरफियाँ लड़के की बेखौफी निडरता और चेहरे पर घबराहट के असर को न देखकर डाकू हैरत में पड़ गये। पहले समझे मज़ाक कर रहा है। फिर खयाल किया कि ये मौका मज़ाक का नहीं है। इस वक्त बड़े-बड़े बदहवास है तो इस बच्चे की क्या हिम्मत कि मज़ाक करे। उसने हैरान होकर अपने दूसरे साथी से कहा कि ये इसे सरदार के पास ले चलो। सरदार ने लड़के को ऊपर से नीचे तक देखा और कहा-तुम कौन हो? कहाँ के रहने वाले हो? बच्चे न जवाब दिया मेरा नाम अब्दुल कादिर है। मैं जीलान का रहने वाला हूँ। सरदार- कहाँ जा रहे हो? लड़का-बगदाद। सरदार- तुम्हारे पास क्या है? लड़का 40 अशरफियाँ, ये बगल के नीचे आस्तीन में। मेरी वालिदह ने सिल दी थी और चलते वकत कहा था कि बेटा झूठ कभी मत बोलना। लड़के का जवाब सुनकर सरदार के दिल की दुनियाँ ही बदल गयी। उसका सर

निदामत से झुक गया। ये सोचर उसकी आँखों से आँसू जारी हो गये कि हम खुदा की मखलूक को सताते हैं। उन्हें तबाह बरबाद कर देते हैं। जब मौत आयेगी तो हम खुदा को क्या जवाब देंगे? ये बच्चा अपनी माँ का इतना कहा माने और खुदा की मख़लूक़ से बेखौफ होकर ज़िन्दगी गुज़ारे। उफ है ऐसी ज़िन्दगी पर। वह खड़ा हुआ और लड़के से माफी मांगने लगा और लूटा हुआ सारा सामान क़ाफ़िले वालों को वापस कर दिया। तौबा की और सब डाकुओं ने नेक आदमियों की तरह रहने का अहद किया। ये करिश्मा खुदा पर तवक्कल का नतीजा था। होगा वही जो खुदा चाहेगा।

ज़ेबा ताहिर, कक्षा- 8

ज्ञान की बातें

सबसे अधिक अपराध किस देश में होते है?

अमेरिका में

किस देश में लोग सांड से लड़ते हैं?

स्पेन

किस देश में लोग साँप खाते हैं?

जापान

विश्व की सबसे महँगी वस्तु कौन सी है?

यूरेनियम

भारत का नेपोलियन किसे कहा जाता है?

समुद्रगुप्त

विश्व में सबसे अमीर देश कौन है?

चीन

शबाना बानो
कक्षा-11

बुलेटिन समाचार

नमस्कार, आज के मुख्य समाचार।

मैं ज़ी0 टी0 वी0 के अन्दर से बोल रही हूँ। आज सुबह आलू और लौकी में लड़ाई छिड गई। जिसमें 30 आम और 20 सेब मारे गये, 65 अनार और 66 पपीते घायल हो गये। घायल लोगों को दफना दिया गया । मरे हुए लोगों को पास के अस्पताल में भर्ती करा दिया गया। अभी-अभी समाचार प्राप्त हुआ है कि इस दंगे से आहत एक टमाटर फट गय है जिसमें 14 भिण्डी मर गई हैं। इस सिलसिलें में कद्दू को गिरफ्तार कर लिया गया है। उधर कल रात अचानक तेज आँधी के कारण गंगा नदी में आग लग गई है। आग इतनी भयानक थी कि लपटें पाताल तक पहुँच गई मिट्टी का तेल फेंकते ही स्थिति पर काबू पाया जा सका। जल जीवों की सारी तबाही को देखते हुए राहत कार्य अगले वर्ष से शुरू किया जाएगा। इसी के साथ यह समाचार बुलेटिन समाप्त होता है।

गौसिया बानो, कक्षा- मुंशी- 1

ये मेरा वतन

ये मेरा प्यारा वतन है।
यह मेरा प्यारा वतन है।।
इस जहाँ में सब से प्यारा।
है मेरा प्यारा वतन।।
कोई देता है अजाँ तो।
कोई गाता है भजन।।
कितनों ने गर्दन कटा दी।
कितनों ने अपना बदन।।
जनवरी 26 की हम।
याद रखेंगे सदा।।
क्योंकि असगर आज से ही
हो गया अमनों-अमन।।

راہ نما

टेढ़ी खीर

एक सेठ जी तथा उनकी पत्नी थी। एक दिन दोनों लोग गंगा स्नान के लिए प्रयाग गए। और दोनो लोगों ने गंगा नदी में स्नान करने से क्या लाभ है, जब तक कोई महात्मा को या पात्र व्यक्ति को भोजन न करा दिया जाये। सेठ जी कहा अच्छा ठीक है: मैं अभी बुलाए लाता हूँ। सेठ जी जा रहे थे तो रास्ते में उन्हें सूरदास जी मिले जो जन्म से अन्धे थे, तो सेठ जी ने कहा आप हमारे घर चलिए मैं आप को खीर खिलाता हूँ। उन्हें बुलाकर लाए तो सूरदास जी ने पूछा ये खीर कैसी होती है। तो सेठ जी ने बताया कि यह सफेद रंग की चावल और चीनी मेवा डालकर बनाई जाती है। तो सूरदास जी ने पूछा वह सफेद रंग कैसा होता है तो कहा कि वह बगुला जैसा होता है। उन्होंने अपना हाथ मोड़कर बगुले जैसा बनाया और सूरदास जी ने उस पर ऊपर से नीचे तक हाथ फेरा और कहा अरे बाप रे इतनी टेढ़ी खीर मैं तो नहीं खाऊँगा। अच्छा हुआ जो कि मैंने पूछ लिया नहीं ते वह मेरे गले में अटक जाती, फँस जाती और मैं मर जाता! मैं इसे खाने वाला नहीं हूँ। सूरदास जी तुरन्त वहाँ भाग गए।

परीक्षा में आया कि सिद्ध करो कि दुनिया गोल है, लड़के ने लिखा, सन्तरा गोल है, सेब गोल है, मौसमी गोल है इसलिए दुनिया भी गोल है। कापी चेक करते समय टीचर ने उसकी कापी में लिखा चश्मा लगाकर देखो बेटा नम्बर भी गोल है।

चुटकुले

टीचर– अच्छा बताओ बच्चों पेड़ से फल टूटकर ज़मीन पर क्यों गिरता है।

एक छात्र– सर क्योंकि ऊपर आसमान में खाने वाला कोई नहीं है।

❑❑❑

एक बार कवि सम्मेलन का आयोजन हो रहा था। कृमशः कवि. लोग अपनी–अपनी कविता का पाठ कर रहे थे इसी प्रकार जब एक कवि महोदय की बारी आई जिनके प्राकृतिक सभी दाँत गिर चुके थे और उसके स्थान पर उनको अप्राकृतिक दाँतों का सेट लगा रखा था। जब वे अपना पाठ सुनाने के लिये मुह खोलते तो उनके दाँतों का सेट नीचे गिर जाता तो कवि महोदय उठाकर फिर लगा लेते इसी तरह कई ..... एक श्रोता ने कहा– कवि महोदय कुछ गुनगुनायेंगे भी यह इसी तरह कैसट बदलते रहेंगे।

❑❑❑

डाकू एक आदमी से– तुम्हारे पास जितने भी रूपये हैं निकाल दो वरना इतनी जोर से घूँसा पड़ेगा की जबलपुर पहुँच जाओगे।

आदमी– जी थोड़ा और ज़ोर से मारियेगा क्योंकि मुझे तो मुम्बई जाना है।

❑❑❑

टीचर छात्र से– चीटियों से होने वाला कोई एक फायदा बताओ।

छात्र– चीटियों से हमें ये पता लगता है, कि मम्मी ने मिठाई कहाँ रखी है।

❑❑❑

मानवतावादी सोच मनुष्य का सर्वोत्तम गुण है

संसार में मनुष्य का वास्ता सब से अधिक मनुष्य से ही पड़ता है। जन्म से मृत्यु तक मानव समुदाय में इन्सान अपनी जरूरतों को पूरा करता है। मनुष्यों के सहयोग से ही आगे बढ़ता रहता है, इस लिए मनुष्य का मनुष्य से प्रभावित होना स्वाभाविक है मनुष्य के अन्दर मानवीय गुण एवं इन्सानियत का होना अति आवश्यक है, ताकि एक दूसरे से संपर्क में आने से मानवीय गुण विकसित हो, मनुष्य, मनुष्य की पीड़ा, दु:ख निर्धनता का एहसास करे, किसी को दु:ख पहुँचाना कष्ट देना तो दूर की बात है किसी को कष्ट में देखकर विचलित हो उठे भाव विभोर एवं बेचैन हो जाए, मनुष्य की मनुष्यता उसी वक्त पूर्ण होगी ज बवह अपने अस्तित्व से दूसरों को लाभ पहुँचाए और इस संबन्ध में जाति, धर्म, सम्प्रदाय और भाषाई अनेकता आड़े न आए अगर हमारे सामने कोई जख्मी तड़प रहा हो कोई पैसों के अभाव में अस्पताल न जा सके कोई निर्धनता के कारण भूखा रात भर करवटे बदलता रहे, और हम सोचें अमुक व्यक्ति हमारे सम्प्रदाय, हमारे धर्म एवं जाति का नही हैं हम इसकी मदद क्यों करें, तो इससे बढ़कर ह्रदयहीनता निर्दयता तथा नीचता और क्या हो सकती? जबकि हम सब दावा करते है कि हम ईश्वर, अल्लाह प्रभु को मानते है। संसार को पैदा करने वाला बिना किसी भेदभाव के हवा,पानी एवं जीवन की तमाम अवश्यक वस्तुएं समस्त मानव को प्रदान कर रहा है, क्या शासन प्रशासन में बैठे लोग समस्त जनता के साथ वैसा ही न्याय कर रहे हैं जैसा कि ईश्वर सबके साथ करता है, क्या हमारे मंत्रीगण जिस ईश्वर के नाम की शपथ लेकर मंत्रालय संभालते हैं वह उस ईश्वर की दयालुता निष्पक्षता को याद रखते हैं क्या समाज के प्रत्येक वर्ग के प्रति अपना उत्तरदायित्व पूरा करने पर गंभीरता से विचार करते है? क्या इस मुद्दे पर समीक्षा की जाती है?ये एक गंभीर मानवीय मुद्दा है।

इसी प्रकार अगर कोई शासन कोई समाज कोई संगठन समाज के किसी वर्ग,व्यक्ति को जाति, धर्म, समप्रदाय तथा भाषा के आधार पर उसकों वंचित करके उसको भुखमरी, निर्धनता, अशिक्षा के दलदल में गिरा दे तो वह शासन निर्दयी होगा, किसी मानवतावादी और इन्सानियत के शुभ चिन्तक समाज में इसकी गुन्जाइश है ही नहीं, ऐसे देश या समाज में कभी स्थायी शान्ति स्थापित नहीं हो सकती और न ही ऐसे जालिम शासक जीवन में वास्तविक सुख प्राप्त कर

सकते हैं ऐसे शासक चाहें मुस्लिम हो या हिन्दू या सिख, ईसाई कोई भी हो उनका अन्जाम अच्छा नहीं होता है, इस सिलसिले में विश्व स्तरपर जागरूकता की आवश्यकता है विशेषकर शासन सत्ता नौकर शाही सरकारी कर्मचारी विधायिका कार्यपालिका एवं न्यायपालिका के एक एक कर्मचारी तक ये पैगाम प्यार व मोहब्बत से पहुँचाने की आवश्यकता है कानून तो बने परन्तु केवल कानून से इस भ्रष्टाचार, अत्याचार पर काबू नहीं पाया जा सकता जब तक अन्दर का मानव एवं नैतिकता नहीं जागेगी ये काम कठिन बना रहेगा, बड़ी पीड़ा के साथ लिखना पड़ रहा है हमारे शासक पक्षपात एवं धर्मजाति से नहीं निकल पाते है यद्यपि सभी लोग ऐसे नहीं हैं। आज तक सच्चर कमेटी, रंगनाथ मिश्रा कमीशन, शासकीय जुल्म एवं वर्गीय भेदभाव को समाप्त करने की दुहाई दे रही है। महान मानवतावादी धर्मगुरू मौलाना अलीमियाँ नदवी रह0 'मानवता के शुभ चिंतक एवं अखिल भारतीय मानवता फोरम' के संस्थापक है का कथन है कि कोई भी शासन गुनाहों के साथ तो चल सकता है लेकिन जुल्म का शासन कभी नहीं चला है, इतिहास इस बात का साक्षी है, इसलिए समस्त मानवतावादी लेखकों, कवियों, शायरों राजनेताओं, धर्मगुरूओं, अधिकारियों से मेरा अनुरोध है कि इस काम को अपना परम मानवीय कर्त्तव्य समझकर इस सोच को निःस्वार्थ विकसित करें।

जो भरा नहीं है भावों से, अच्छे जिसके संस्कार नहीं,
मानव नहीं वह राक्षस है जिसमें मानव प्यार नहीं।

यहाँ पर हम मोहम्मद स0 के महान कथन का उल्लेख न करना शीर्षक की हकतलफी समझते है– आपका कथन है कि ऐ लोगों तुममे बेहतर (श्रेष्ठ) मनुष्य अल्लाह के यहाँ वह है जो उसके बन्दों को अधिक लाभ पहुँचाने वाला हो, इससे बढ़कर मानवतावादी विचार और क्या हो सकता है यही शाश्वत और सनातन धर्म का नियम है श्रेष्ठता का आधार है लेकिन धर्म के अधूरे ज्ञान ने हमें आज मानवतावादी सोच से दूर कर दिया है या फिर पक्षपात ने हमें सत्य एवं न्याय से अंधा कर दिया है, इस्लाम तो सरासर मानवतावादी धर्म है बड़े दुःख की बात है कि आज सबसे अधिक इस्लाम ही को बदनाम करने में होड़ लगी है, जबकि यह सत्य है कि इस्लाम मात्र मुसलमानों का धर्म नहीं है और कुरान केवल मुसलमानों की किताब नहीं है, और मोहम्मद स0 मात्र मुसलमानों के (दूत) पैगम्बर नहीं है बल्कि इस्लाम तो समस्त मानव कल्याण के लिए है समस्त मानवों के लिए ईश्वरीय नियम कुरान पेश करता है मोहम्मद स0 संदेशवाहक है उनके

मानवतावादी विचारों से सब लोग फायदा उठा सकते है, किसी धर्म या जाति या पूजा पद्धति से हमारा लगाव हमको मानवतावादी सोच से अगर अलग कर रहा है तो यह हमारे समाज के लिए घातक होगा और हम स्वयं जुल्म के शिकार हो सकते है अतः धर्म अधर्म सही–गलत का स्वयं निणर्य करके उसे लागू करना हमारा काम नहीं है यह हम ईश्वर पर अन्तिम निर्णय के लिए छोड़ दें, हम अपने विचार सकारात्मक रूप में पेश करें अपने धर्म का प्रचार प्रसार कर सकते है। लेकिन किसी का मानना या न मानना यह हमारे अधिकार क्षेत्र में नहीं है इस बारे में इसलाम का साफ ऐलान है लाइकरहा फिद्दीन अर्थात धर्म में जबरदस्ती नहीं, एक स्थान पर मोहम्मद सं0 को धर्म प्रचार के नियम व उसूल बताते हुए आदेश है– लस्ताअलैहिम बि मुसैतिरिन अर्थात् ऐ पैगम्बर हमने आप को लोगों पर दरोगा बनाकर नहीं भेजा, आप उन को हक बात और सच्चा मार्ग बताने और याद दिलाने वाले है। आप यह काम करते रहें, लोगों को उनका कर्त्तव्य बताते रहें अन्त में इन सब लोगों को हमारे पास ही आना है। फिर हम इनसे इनके जीवन के कृत्यों का एक–एक क्षण का हिसाब ले लेगे, आप को इसकी चिन्ता करने की आवश्यकता नहीं है। अन्तिम फैसला हम कर लेगे।

धर्म के सम्बन्ध में इस्लाम में अत्यधिक उदारता है, इस सम्बन्ध में कोई दण्ड भी नहीं है कि किसी ने इस्लाम नहीं अपनाया तो वह दण्ड का भागी होगा। इस बात को आदमी के विवेक पर छोड़ दिया गया है। इसका निर्णय प्रलय के दिन जीवन दाता ही करेगा। लेकिन जहाँ मानवीय मूल्यों पर आँच आयी या हत्या या लूटपाट का जुर्म किया गया कोई ऐसा कृत्य जिससे समाज में टकराव हो या कानून का उल्लंघन हो वहाँ पर इस्लामी शरीयत ने सज़ा मुकर्रर की है इसमे कोई रियायत नही है। पूर्ण रूप से इस्लामी मुल्कों में रहने वाले शान्ति प्रिय गैर मुस्लिमों को भी इस्लाम में पूरी धार्मिक आज़ादी दी गयी है। और मुसलमानों से उनकी जान माल की रक्षा करने को कहा गया है। इस्लाम की इस उदारता को निष्पक्ष और स्वस्थ मन से अध्ययन करने की आवश्यकता है। इस्लाम को मुस्लिम शासकों या वर्तमान के मुसलमानों की जीवन शैली से तुलना नहीं करना चाहिए वरन् इस्लाम को उसकी मूल शिक्षाओं से उलेमा की रहनुमाई में समझना चाहिए ताकि नफरत और गलत फहमी दूर हो सके।

हैदर अली नदवी
मदरसा सलाम ओरियण्टल कालेज थुलेण्डी, रायबरेली

हमारे वालिदैन कुदरत का अनमोल तोहफ़ा हैं

माँ–बाप कुदरत का वह अज़ीम तोहफ (वरदान) है जिन की बराबरी दुनिया की कोई शै नहीं कर सकती है बड़ी खुशकिस्मत और भाग्यशाली है वह औलाद जो इस तोहफे की भरपाई भी नही हो सकती है, इसलिए जिनके माँ बाप जिन्दा है वह अपने माँ बाप को खुश रखें, उनकी दुआएं लेते रहे उनकी जबान से निकला हुआ दुआइया कल्मा औलाद की किस्मत बदल सकता है, जो लोग अपने माँ बाप को सताते है उनको दुःख पहुँचाते है वह कभी पनप नही सकते वालिदैन को सताने वाला उनकी नाफरमानी करने वाला जल्द सख़्त मुसीबतों में फंस जाता है। अल्लाह व रसूल के हक़ के बाद दुनिया में सबसे बड़ा हक माँ बाप का है चुनाँचे अल्लाह ने जहाँ जहाँ अपनी इबादत का हुक्म दिया है तक़्रीबन वहाँ–वहाँ अल्लाह ने वालिदैन के साथ अच्छा सुलूक करने का हुक्म दिया है चुनाँचे कुरआन में हुक्मे खुदा है "व बिल वालिदैनि इहसाना" और अपने माँ–बाप के साथ अच्छा बर्ताव करते रहो और अगर उनमे से कोई एक या दोनो बुढ़ापे को पहुँच जाए (और उनकी जबान से कोई ऐसी बात निकल जाए जो तुमको नागवार हो (बूढ़े लोगों से अक्सर ऐसा हो जाता हैं) तो भी तुम उनको उफ तक न कहो न झिड़को और तुम्हारी पेशानी (माथे) पर ना गवारी से सिकुड़न भी न आने पाए। इस आयते करीमा से हम अन्दाज़ा लगाए कि माँ बाप का मर्तबा कितना ऊँचा है प्यारे नबी ने फरमाया तुम्हारे वालिदेन ही तुम्हारी जन्नत व दोज़ख़ है उनकी खुशी जन्नत उनकी नाराजगी जहन्नम है प्यारे आक़ा ने फरमाया "माँ के कदमों के नीचे जन्नत है बाप जन्नत का दरवाजा है" अगर हमारे माँ–बाप नाराज हैं तो हमारी नमाजें, रोजे, सदकात, हज और दीगर इबादतें भी हमे जन्नत में नहीं ले जा सकती, बड़ा चौकन्ना होने और डरने की बात है आज दीन से दूरी और आज़ाद ख्याली और अधुनिकता (मार्डन बनने) की अंधी दौड़ ने नौ जवान लड़के लड़कियों को माँ बाप का बाग़ी व ना फरमान बना दिया जिस की वजह से खुद मुसीबतों में फँस रहे है। बच्चों एवं बच्चियों की आवरगी अय्याशी ना ज़ेबा हरकतों पर माँ–बाप का दिल अन्दर ही अन्दर कुढ़ता है कुछ बोलें तो आफत ऐसी डांट ऐसी धुड़की कि माँ–बाप के दिल से आह की वह सदा निकलती है जो अर्श इलाही को हिला देती है इसलिए

तमाम बच्चों, उनको खुश रखो उनकी मर्जी के खिलाफ कोई काम न करो कोई काम करो तो उनकी सलाह व दुआए ले लो उनका पूरा अदब करो उनके सामने तेज–तेज मत बोलो उनकी आवज़ के सामने अपनी आवाज़ धीमी रखो उनसे जी, जनाब, से बात करो उनके आगे मत चलो उनके आराम का पूरा ख़याल रखो अपनी आमदनी का कुछ हिस्सा उनके लिए खास कर लो इससे दुनिया व आख़िरत में चमकोगे, हमें चाहिए कि हम अपने रहन सहन, चाल चलन, वेश भूषा लिबास वगैरह में तहजीब व अदब का लिहाज रखें माँ–बाप की नेक नामी का जरिया बनें।

अगर हमारे माँ बाप मरहूम हो गए है तो रोज़ाना कुछ न कुछ उनके लिए ईसाले सवाब करें कभी–कभी उनकी कब्र की ज़ियारत करें ये उनका हक है।

वालिदैन का मामला बड़ा अहम है इतनी सख़्त हिदायात है कि अगर माँ–बाप नास्तिक (काफिर) है औलाद मुसलमान है तब भी औलाद को हुक्म है कि उनके हुकूक अदा करता रहे अच्छा सुलूक करता रहे उनकी खिदमत करता रहे उनको खुश करने की कोशिश करे सिर्फ दीन (धर्म) के मामले में उनकी बात न माने क्योंकि अल्लाह व रसूल का हक़ उनसे भी बड़ा है।

नोटः–यहाँ पर हमे ये कहने में कोई झिझक नहीं है कि माँ–बाप की भी जिम्मेदारी व फर्ज है कि औलाद को दीनदार बनाए उनके अन्दर नैतिकता एवं अच्छे गुण बचपन से ही विकसित करें, उनको ऊंची आधुनिकता और बर्बाद करने वाले टी–वी सीरियत के सहारे मत छोड़ें वरना माँ–बाप भी कम मुजरिम नहीं होगे। घरों में रोजाना तालीम के हल्के लगे नबी व सहाबा व औलिया के वाकि़यात का मुज़ाकरा हो तब जाकर माहौल बनेगा।

(आमीन)

गौसिया बानो
दर्जा मौलवी II

मां बिना जीवन है अधूरा
खाली खाली सूना सूना
खाना पहले हमें खिलाती
बाद में वह खुद है खाती
हमारी खुशी में खुश हो जाती

दुख में हमारे आंसू बहाती
कितने खुसनसीब हैं हम
पास हमारे है मां
होते बदनसीब वे कितने
जिनके पास न होती मां

एक इबरत के क़ाबिल वाक़िया

अब से दो सौ वर्ष से पहले जिला हरदोई मल्लावाँ का एक आठ वर्ष का बालक अपने पिता के साथ पैदल गाँव जा रहा था पिता के हाथ में तोते का पिंजरा था जिसमें तोता भी था। एक खेत से गुजरते हुए पिता ने एक काकुन की बाली तोड़ कर पिंजड़े में डाली तोता उसे खाने लगा बाप की इस करतूत को देखकर बेटा खड़ा हो गया बा पके बार–बार बुलाने पर आने से इन्कार कर दिया और कहा पिता जी आपने किसान की इजाज़त के बिना बाली तोड़ी है किसान से माफ कराने के बाद ही मैं आप के साथ चल सकता हूँ। बेटे की इस बात को सुनकर बाप को आँखे खुल जाती है और वह हो जाता है शर्म के मारे बोलती बन्द हो जाती है और पिंजड़े से वह बाली निकाल कर फेंक देता है तब जाकर बालक पिता के साथ चलने पर राज़ी होता है।

आगे चलकर यही बालक फ़ज़्ले मौलाना रहमान गंज मुरादा बादी के नाम से मशहूर हुआ आप बड़े अल्लाह वाले थे लाखों लोग आपकी सोहबत से फैजयाब हुए आपकी ज़ियारत और नसीहत की बातें सुनने सत्संग में शरीक होने के लिए हज़ारों लोग रोज़ाना आपके पास आया करते थे।

इस वाक़िये से हमें बहुत बड़ा सबक मिलका है कि बात मामूली सी थी एक बाली कोई मायने नहीं रखती थी लेकिन आदत बुरी व खराब थी यही छोटी–छोटी खराब आदते आगे चलकर इंसान को चोर, डकैत, लैमार, रिश्वत खोर, भृष्टाचारी बना कर उसे इन्सानीं सिफात (गुणों) से खाली करके दरिंदा जानवर और साँप बिच्छू की सिफत वाला बना कर समस्त मानवजाति पर कलंक लगाने वाला हैवान बना देती हैं।
इस लिए हमको ऐसी आदतों से बचना चाहिए।

सचिन कुमार
दर्जा हश्तुम (8)
मदरसा सलाम ओरिएण्टल कालेज थुलैंडी
राय बरेली।

क्या आप जानते हैं?

(1) खजाना– मस्तिष्क एक ऐसा खजाना है जहा 10,000 विभिन्न गन्ध, 1,50,000 विभिन्न स्मृतियाँ 50,000 विभिन्न रंग इत्यादि सुरक्षित रखे जा सकते है।

(2) त्वचा– हम अपने जीवनकाल में लगभग 10–20 किलोग्राम त्वचा त्याग देते है।

(3) पाइथन– पाइथन अजगर 80–100 किलोग्राम वनज के भालू को खा सकता है।

(4) शिकारी मेढक– लियोपर्ड मेढक पानी में से छलांग लगाकर उड़ती चिड़िया का शिकार कर सकता है।

(5) समुद्री खरगोश– समुद्री खरगोश प्रतिदिन औसतन 40 लाख अण्डे देता है।

(6) अद्‌भुत मछली– 'गरनार्ड' मछली पानी में तैर सकती है, हवा में उड सकती है और जमीन में चल सकती है।

(7) छोटा फूल– आर्टिलरी नाम के पौधों पर लगने वाले फूल का व्यास 0.3 मिमी0 होता है।

(8) बडा फूल– रैफ्लेषिया पौधे के फूल का व्यास 90 सेमी0 होता है।

(9) गुलाब ही गुलाब– दुनिया भर में गुलाब की लगभग 'आठ हजार' किस्में उगाई जाती है।

कम्प्यूटर

एक बार हमारे परम मित्र आये,
वे अपने साथ एक कम्प्यूटर लाये।
वे हमसे बोले कम्प्यूटर का बटन दबाओ,
जो पूछो सो पाओ।
हमने आव न देखा ताव,
कम्प्यूटर का बटन दाब दिया और बोला-
महात्मा गॉधी के बारे में बताओं?
कम्प्यूटर बोला, वे बडे ही खूखांर थें।
उनके पास चीनी हथियार थें,
वे नाश्तें मे रोज़ अण्डा,
खाते थें और मुर्गी का ,
कच्चा मांस चबाते थें।
हम बोले-शर्म नही आती,
राष्ट्रपिता के नाम पर,
कलंक लगाते हुए,
तब कम्प्यूटर बोला,
'तुम्हें शर्म नही आती प्यारे,
महात्मा गॉधी की जगह ,
चंगेज खां का बटन दबाते हो।'

नाज बानो
कक्षा-मुंशी
प्रथम वर्ष.........

भ्रष्टाचार

भ्रष्टाचार ऐसा व्यवहार है,
एक ऐसा अत्याचार है,
जो केवल निर्धनों को पड़े सहना,
इस व्यापार का क्या कहना,
बड़ा तो बड़ा छोटा भी घबराता नही,
यहाँ कोई भी भ्रष्ट होने से बाज आता नही,
जिसे देखो भ्रष्ट नज़र आता है,
हर कोई अपना ही ईमान बेच खाता है,
जिन्दगी इनकी बड़े आराम से कटती है,
निर्धनों की ज़िन्दगी ही इसमें फँसती है।
एक छोटी सी कहानी हम बताते है,
फँसी हुई फाइल कैसे निपटवाते हैं।
षुरूआत एक चपरासी से!
गेट पर खड़ा है जो चपरासी,
अन्दर जाने के लिए दीजिए छोटी राशि,
जब मिले रूपया तो प्यार से अन्दर ले जाए,
न मिले नोट तो धुत्कार से बाहर को भगाए,
आगे जाए तो मिले बड़े बाबू,
इनको भी खुद पे नहीं काबू,
इनको भी चाहिए कुछ चीजें,
वरना फाइल टेबल के आगे न पहुँचे,
अब होगा काम बड़ी आसानी से,
हर कोई करेगा बड़ी आसानी से,
अब घर जाकर आराम से बैठ जाइए,
पास हुई फाइल लेने आ जाइए।
फिर आएगी मुश्किल से हस्ताक्षर की बारी,
हस्ताक्षर करते हैं अधिकारी,
अधिकारी से हस्ताक्षर तो करवाना है,
नहीं रूपया तो कुछ ले जाना है।
अधिकारी के बच्चों को मिठाई ले जाएं,
नहीं, तो उनकी श्रीमती जी को शापिंग कराएं,
तभी फाइल पास करा पाएंगे,
न देंगे नोट, तो बरसों पछताएंगे।

दौलत

दौलत क्या है?
चन्द कागज के टुकड़े हैं,
माता लक्ष्मी के अलग-अलग मुखड़े हैं,
जिसके लिए हो रहे इन्सानों के टुकड़े हैं,
आज हर कोई दौलत कमाना चाहता हैं,
ऐशो आराम की जिन्दगी जीना चाहता हैं,
हर वक्त दौलत के ढेर पर राज करना चाहता है,
इससे वह सब कुछ खरीदना चाहता है,
दौलत जिन्दगी के लिए जरूरी है,
इससे सब की जरूरतें होती पूरी हैं,
इसके बिना तो ज़िन्दगी अधूरी है,
दौलत कमाना हर इंसान की मजबूरी है,
दौलत से बहुत कुछ खरीदा जा सकता है,
मगर सब कुछ नही,
दौलत से तुम रोटी खरीद सकते हो,पेट नहीं,
दौलत से तुम पुस्तकें खरीद सकते हो,
विद्या नहीं,
दौलत से तुम जमीन खरीद सकते हो,
पृथ्वी नहीं,
दौलत कुछ नही, हाथ का मैल है,
इसे पाना हर दिल का ख्वाब है,
इंसान को जानवर बना दे, दौलत वह चीज है।।

गीत

थुलेण्डी की इस डगर पे
बच्चों दिखाओ चलके,
रखना है इस ग्राम का
नक्शा हमें बदल के।
थुलेण्डी की इस डगर पे
....
इन्सानियत के सर पे
राहत का ताज रखना,
थुलेण्डी को साफ रखकर
गाँव की लाज रखना,
यह काम तो कठिन है
करना संभल–संभल के।
थुलेण्डी की इस डगर पे
छिलके फलों के हरगिज़
फेको न रास्तो पर,
लोगों से कह दो करना
एहसान दूसरो पर,
गिर जायेंगे फिसल के।
थुलेण्डी की इस डगर पे
....
चारों तरफ हमारे फेली जो गन्दगी है दुश्वार,
कितनी उससे अपनी ही जिन्दगी है
देखेंगे जब दशा यह
कोसेंगे लोग कल के।
थुलेण्डी की इस डगर पे
चारों तरफ गाँव में
पौधे लगाते रहना,
सौन्दर्य इस गाँव का
बस यूँ ही बढ़ाते रहना,
इस अमल के।
थुलेण्डी की इस डगर पे
....
दिलशाद हुसैन